بات سے بات

مؤلف

فضیلۃ الشیخ عبداللہ دانش حفظہ اللہ

خطیب مسجد البدر نیویارک

جمع وترتیب

قاری ابوبکر العاصم



العاصم اسلامک بکس

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم

مؤلف

فضیلۃ الشیخ عبد اللہ دانش حفظہ اللہ

خطیب مسجد اہلحدیث نیو یارک

بات سے بات

ترتیب

قاری ابوبکر العاصم

العاصم اسلامک بکس

العاصم اسلامک بکس

کتاب وسنت کی اشاعت کا مثالی ادارہ

تحقیق وتخریج اور مفید علمی اضافوں پر مشتمل جدید مثالی ایڈیشن

بات سے بات

مؤلف .... فضیلۃ الشیخ عبداللہ دانش حفظہ اللہ
ترتیب وتخریج .... قاری ابوبکر العاصم
ناشر وطابع .... العاصم اسلامک بکس
اشاعت .... مئی 2016ء
تعداد 2000

پاکستان میں ہماری کتب مندرجہ ذیل اداروں سے مل سکتی ہیں

- قرآءت اکیڈمی، الفضل مارکیٹ، اُردو بازار لاہور 042-37122423
- مکتبہ سیّد احمد شہید، الکریم مارکیٹ، اُردو بازار لاہور
- سلیمان اکیڈمی، کمپیوٹر آرکیڈ، سلیمی چوک ستیانہ روڈ، فیصل آباد 041-8711188
- دار الاقصیٰ، بادیہ حلیمہ سینٹر، اُردو بازار لاہور 0300-4614755

فہرست مضامین





کچھ کتاب کے بارے میں

اللہ تعالیٰ نے انسان کو احسن المخلوقات بنایا اور انسانوں میں سے خاص انسانوں کو اشرف المخلوقات ہونے کا اعزاز عطا فرمایا۔ ہمارا گمان ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اولیاء کرام اور محدثین رحمۃ اللہ علیہم کے بعد ان کے مشن کے وارث اہل علم اہل قلم بھی اس گروہِ مقدسہ میں شمار ہوتے ہیں جنہیں تمام تر مخلوقات میں سے افضلیت کا شرف فاخرہ عطا کیا گیا ہے۔

اہل علم نے ہر دور میں اس دور کے تقاضوں کے مطابق عوام الناس کی دینی، معاشرتی، معاشی، سیاسی اور جملہ امورِ دینی ودنیاوی سے متعلق رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا اور یہ سلسلہ تاہنوز جاری وساری ہے اور تا قیامت یہ سلسلہ امت کی رہنمائی کرتا رہے گا۔ ان شاء اللہ

زیر نظر کتاب ''بات سے بات'' ایک صاحب علم وحلم اور ممتاز صاحب قلم فضیلۃ الشیخ عبداللہ دانش حفظہ اللہ کی تصنیف لطیف ہے اگرچہ کتاب لکھنے کا سبب عوام الناس اور خصوصاً دینی مدارس کے طلبہ کی فکری رہنمائی تھا مگر فضیلۃ الشیخ عبداللہ دانش حفظہ اللہ نے دلائل وبراہین کو حسن تحریر اور حسن استدلال کے ساتھ الفاظ کی ایسی لڑی میں پرو دیا جس کا دانہ دانہ اپنی رعنائی اور زیبائی میں عدیم النظیر محسوس ہوتا ہے۔

کتاب اپنے عنوان ''بات سے بات'' کی عملی تصویر نظر آتی ہے کہ صرف ایک مروجہ لفظ (ابوالاعلیٰ) کی تشریح وتوضیح اور اس سے متعلق پائی جانے والی غلط فہمی کے ازالے کے ضمن میں احادیث مبارکہ، تاریخی حقائق اور اہل لغت کے حوالوں پر مشتمل ایک دستاویز مرتب کر ڈالی جو یقیناً فضیلۃ الشیخ عبداللہ دانش حفظہ اللہ کی وسعت مطالعہ اور علمی رسوخ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

کتاب کیا ہے.... معلومات کا خزانہ ہے، طرز استدلال جداگانہ ہے، اندازِ تفہیم کلیمانہ ہے اور طرزِ تکلم کریمانہ ہے۔ کتاب کا صفحہ صفحہ علمی جواہر سے بھرپور ہے جو یقیناً اہل علم کے لیے

کسی نصیحت سے کم نہیں۔

کتاب کے مؤلف فضیلۃ الشیخ عبد اللہ دانش حفظہ اللہ نیویارک امریکہ میں عرصہ دراز سے دعوتی، تبلیغی، تصنیفی اور تحقیقی میدان میں سرگرم عمل اور اپنی مثال آپ ہیں۔ وہ پیرانہ سالی کے باوجود حصولِ علم اور اشاعتِ علم کے فریضہ کو بخوبی سرانجام دے رہے ہیں۔ ان کی 50 سے زائد تصنیفات اپنی علمیت اور ثقاہت کی وجہ سے ہر خاص وعام میں مقبول ومتداول ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحت وسلامتی اور ایمان والی لمبی زندگی عطا فرمائے اور انہیں ہر نظرِ بد، نظرِ حسد سے محفوظ فرمائے اور شریروں کے شر سے ہمیشہ مامون فرمائے آمین، یقیناً فضیلۃ الشیخ عبد اللہ دانش حفظہ اللہ کا وجودِ مسعود باعث برکت ہے کہ وہ دیارِ غیر میں بیٹھ کر لوگوں کو سچے دین سے آگہی دے رہے ہیں اور بے شمار لوگ ان کی دعوت سے متاثر ہو کر اسلام کی حقانیت کو تسلیم کر کے دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں۔ (جزاہ اللہ احسن الجزا فی الدنیا والآخرۃ)

"العاصم اسلامک بکس" کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ فضیلۃ الشیخ عبد اللہ دانش حفظہ اللہ کی جملہ تصانیف کو از سرِ نو پوری آب وتاب اور دورِ جدید کے تقاضوں کے مطابق شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ زیر نظر کتاب بھی سابقہ روایات کے مطابق عمدہ کمپوزنگ، بہترین طباعت اور دیدہ زیب سرورق کے ساتھ آپ کے ذوقِ مطالعہ کے لیے پیشِ خدمت ہے۔

کتاب کا مطالعہ کیجیے اور اس سے متعلق اپنی آراء سے ضرور نوازیے اللہ تعالیٰ اس کتاب کو عوام الناس کے لیے نافع بنائے اور فضیلۃ الشیخ عبد اللہ دانش حفظہ اللہ کے ساتھ ساتھ مرتب اور جملہ معاونین کے لیے توشہ آخرت بنائے۔ آمین

قاری ابو بکر العاصم

مدیر: العاصم اسلامک بکس لاہور

پیش لفظ

یہ کتابچہ خاص طور پر میں اپنے دینی مدارس کے عزیز طلبہ کے لیے تحریر کر رہا ہوں، چونکہ کتابوں کی دنیا میں ایسی تحریر موجود نہ تھی اور اس کی ضرورت بھی ہمارے برصغیر، پاک و ہند میں محسوس ہوتی ہے۔ عالم عرب میں، اس کا کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ "ابو الاعلیٰ" نام غلط ہے اور اس کی توجیہ یہ کی جاتی ہے کہ "ابو" کا معنی باپ ہے اور "الاعلیٰ" اللہ تعالیٰ کا نام ہے، لہٰذا مفہوم ہوا اللہ تعالیٰ کا باپ۔ (نعوذ باللہ من ذٰلک)

میں نے چونکہ خود بچپن میں انہی دینی مدارس کے ماحول سے تعلیم پائی ہے، اس لیے اپنا عہدِ طفولیت یاد آتا ہے، جب بھی ایسی بات سننے میں آتی ہے تو مدارس کے طلبہ پر ترس آتا ہے کہ کس قدر تنگ نظری، خوف دہراس کورانہ تقلید کا دور تھا۔ بچوں کی ذہنی نشو ونما، ویسے کھلی فضا میں نہیں کی جاتی، جیسے سیکولر اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں کی جاتی ہے۔ سرکاری مدارس میں پڑھنے والے بچے، کبھی اپنے ٹیچروں، لیکچراروں اور پروفیسروں کے فرمان کو حرفِ آخر نہیں سمجھتے، بلکہ ایسے طلبہ مزید آگے سے آگے، زندگی بھر اپنی تحقیقات کے دائرے کو وسیع تر کرتے رہتے ہیں۔

❁......حالانکہ یہ سبق تو ہمارے دین کا ہے ﴿رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾ "اے ربّ! مجھے مزید علم عطا فرما۔" یہ دعا ہمیں بھی ہمارے اساتذہ کرام نے، قریباً ہر کتاب پڑھتے وقت یاد کروائی تھی مگر یقین مانیئے، ہمیں اس سے یہ شعور نہ دیا گیا کہ ساری زندگی شوق سے، خوب سے خوب تر کی تلاش جاری رکھنا۔ الشیخ ابوبکر الجزائری مذکورہ قرآنی دعا کی تشریح یہ کرتے ہیں: "وفیه اشعارة بأنه دائما فی حاجة الی المزید" اس حکم میں یہ بتانا مقصود ہے کہ علم کی حاجت

دائمی ہے اور اسے بڑھانے کی کوشش جاری رہنی چاہیے۔ (۱)

❁......حضور ﷺ کا فرمان ہے:

”اُغْدُ عَالِمًا، اَوْ مُتَعَلِّمًا، اَوْمُسْتَمِعًا، اَوْ مُحِبًّا، وَلَا تَكُنِ الْخَامِسَةَ“

”عالم بن جا، یا طالب علم بن کے رہ، یا غور سے علم کی باتیں سننے والا بن جا، یا شوقِ علم پیدا کرلے، کہیں پانچویں قسم نہ بن جانا۔“

راوی نے اپنے استاد سے پوچھا: پانچویں قسم کیا ہے؟ کہا کہ علم دین رکھنے والوں سے نفرت کرے۔ (۲)

اس حدیث سے بھی یہ بات واضح ہوگئی کہ زندگی بھر علم سے منسلک رہنا ہے، یہ نہ ہو کہ دینی مدرسہ سے سندِ فراغت حاصل کرکے یہ سمجھے کہ میں مکمل عالم ہوگیا ہوں، اب مجھے علمِ مزید کی کیا ضرورت ہے۔

”عن الحسن مُرسلا، قال: قال رسول اللهﷺ: ”مَنْ جَآءَهُ الْمَوْتُ وَهُوَ يَطْلُبُ الْعِلْمَ لِيُحْيِيَ بِهِ الْاِسْلَامَ، فَبَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّبِيِّيْنَ دَرَجَةٌ وَّاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ. (۳)

”امام حسن بصری رحمہ اللہ سے روایتِ مرسل ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جس شخص پر موت طاری ہوئی اس حال میں کہ وہ حصول علم میں مشغول تھا تاکہ وہ اس کے ذریعے سے اسلام کی آبیاری کرے، تو ایسے طالب علم اور انبیاء علیہم السلام کے درمیان، صرف ایک درجے (One Floor, Story) کا فاصلہ ہوگا۔

تشریح:

ملا علی القاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

(۱) ایسر التفاسیر جلد سوم صفحہ: 382

(۲) رواہ الطبرانی فی الثلاثۃ، والبزار، ورجالہ موثقون بحوالہ مجمع الزوائد جلد اول، صفحہ: 162

(۳) مشکوۃ شریف حدیث: 249

"من ادركه الموت فى حال استمراره فى طلب العلم ونشره ودعوة الناس الى الصراط المستقيم"

"یعنی موت آنے تک وہ حصولِ علم میں لگا رہے، اسے آگے پھیلاتا رہے، لوگوں کو صراطِ مستقیم کی طرف دعوت دیتا رہے۔"

یعنی تحصیل علم آخری دم تک جاری رکھنے کا کام ہے۔ حوادثِ دھر اور مرورِ زمانہ سے جو احکامِ اسلام کے آثار مدھم پڑھنے لگیں، تو انہیں پھر سے اُجاگر کرنے کے لیے طالب علم تگ ودو کرتا ہی رہے۔

ایسے خوش نصیب طالب علم کو بشارت دی جا رہی ہے کہ اگر وراثت انبیاء کرام علیہم السلام کا طالب بن کر، مرتے دم تک مصروف رہے گا، تو جنت میں وہ مقام عالی پائے گا، نبیوں کے اتنا قریب، جیسے کہتے ہیں کہ صرف ایک قدم آگے۔ (One Step Ahead)

میں اپنا بچپن یاد کرتے ہوئے قریباً ساٹھ سال پہلے، آج کے اور آنے والے وقتوں کے بچوں سے مخاطب ہوں، جو دینی مدارس میں، بے سروسامانی کے عالم میں تعلیم پا رہے ہیں۔ میرے عزیزو! ہمت نہ ہارنا، اپنے موجودہ استادوں سے جو علم حاصل کر سکو، کرو اور پھر آگے زیادہ علم والوں سے پڑھو، پھر آگے بڑھو، پھر خود لائبریریاں دیکھو، مزید کتابیں کھنگالتے رہو۔ کسی مقام پر پہنچ کر، اپنے ذہنوں پر تالے نہ ڈال لینا، اپنی سوچوں کو مقفل نہ کر دینا۔

میں یہاں امریکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ پرائمری اسکولوں کے بچوں میں ان کے ٹیچرز شوق پیدا کرتے ہیں کہ نصابی کتابوں کے علاوہ، اپنے علم کو بڑھانے کے لیے، اسکول ٹائم کے بعد اور چھٹی کے دن، پبلک لائبریریوں میں جاؤ۔ میں نے لائبریریوں میں دیکھا، بچوں کو ان کی مائیں لے کر، قطاروں میں کھڑی ہو کر، انہیں مزید مطالعہ کے لیے کتابیں جاری کروا رہی ہیں۔ تھوڑی عمر میں بچے ڈھیروں کتابیں پڑھ جاتے ہیں اور معلوماتِ عامہ کے خزانے ان کے ذہنوں میں محفوظ اور پختہ ہو جاتے ہیں۔ بڑھاپے میں تو ذہن بھی نسیان کا شکار ہو جاتا ہے۔

جن بچوں کو کم عمری میں کتب بینی کا شوق بیدار ہوتا ہے، انہی کو میں نے یہاں ریل

گاڑیوں، بسوں، جہازوں میں بوڑھے ہونے کے بعد بھی دیکھا ہے، ہر بوڑھا مرد و زن بلکہ ہر جوان اور بچہ، کچھ نہ کچھ ہاتھ میں لیے پڑھ رہا ہے۔ کوئی اخبار، کوئی میگزین، کوئی ناول، کوئی اپنی مذہبی کتاب پڑھتا جا رہا ہے اور اپنا سفر طے کرتا جا رہا ہے۔ ان سواریوں میں بے انتہاء شائستگی ہے، خاموشی ہے، ہر ایک اپنی دنیا میں مگن ہے۔ نہ وہاں گپیں، نہ شور و غوغا، نہ بحث و تکرار، نہ ہوائی باتیں، نہ لڑائی جھگڑا، بس ایک سناٹا ہے۔



مذکورہ روایت کا معیار

1...... جو روایت اوپر "مشکوٰۃ شریف" سے درج کی گئی ہے۔ اسے علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے بوجہ مرسل، ضعیف قرار دیا ہے۔ کیونکہ عموماً محدثین کرام کا نظریہ مراسیل کے بارے میں یہی ہے۔ (1)

2...... "مرقاۃ المفاتیح" کے محقق صدقی محمد جمیل العطار نے، اس کے حاشیہ پر یہ جملہ لکھا ہے: "حديث من مراسيل الحسن البصري ، وله شواهد تقويه" یہ حدیث حسن بصری رحمہ اللہ کی مرسل روایات میں سے ہے، اس کے دیگر شواہد، اسے تقویت دیتے ہیں۔ (2)

3...... صاحبِ مشکوٰۃ نے دارمی کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (3)

4...... حافظ المنذری نے، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے طبرانی اوسط کے حوالے سے۔ (4)

5...... طبرانی کے الفاظ یہ ہیں:

"مَنْ جَآءَ اَجَلُهٗ وَهُوَ يَطْلُبُ الْعِلْمَ، لَقِيَ اللهَ، وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ النَّبِيِّيْنَ اِلَّا دَرَجَةٌ وَاحِدَةٌ. (5)

اس روایت کے نیچے امام طبرانی نے خود لکھ دیا: سند میں عباس بن بکّار کا تفرُّد ہے۔ یہ

(1) مشکوٰۃ محقق البانی جلد اوّل، صفحہ: 83

(2) مشکوٰۃ محقق البانی جلد اوّل، صفحہ: 83

(3) سنن الدارمی اوّل، صفحہ: 69، حدیث: 354

(4) الترغیب والترھیب اوّل، صفحہ: 96، حدیث: 11

(5) المعجم الاوسط جلد 9، صفحہ: 287، حدیث: 9454

راوی بقول ابن حجر رحمہ اللہ ضعیف ہے۔ (۱)

[۶]......احکام ومواعظ کی چھ جلدوں میں "موارد الظمآن" کے اوّل میں، یہی روایت درج ہے صفحہ نمبر 107 پر۔

[۷]......حافظ البزار نے یہ روایت یوں نقل کی ہے:

"عن ابی هُریرة رضی اللہ عنہ وابی ذر رضی اللہ عنہ قالا: قال رسول الله ﷺ اِذَا جَآءَ الْمَوْتُ لِطَالِبِ الْعِلْمِ وَهُوَ عَلٰى هٰذِهِ الْحَالِ مَاتَ وَهُوَ شَهِيْدٌ۔"

امام بزار ریمارکس یہ دیتے ہیں: ہم نہیں جانتے کہ اس سند سے حضور ﷺ سے حدیث روایت ہوئی ہو، سوائے ابوھریرہ رضی اللہ عنہ اور ابوذر رضی اللہ عنہ کے۔ (۲)

خلاصہ کلام:

مذکورہ حدیث: بصورتِ مرسل قابل قبول ہے کیونکہ امام حسن بصری رحمہ اللہ ثقہ تابعی ہیں اور شواہد کی وجہ سے بھی اسے تقویت حاصل ہے، لیکن مرفوع کے حکم میں ضعیف ہے۔ لہٰذا اسے نفس مضمون میں مددگار تسلیم کرنا بہتر اور مفید ہے۔

---

(۱) لسان المیزان جلد 9، صفحہ: 289

(۲) مسند البزار جلد 15، صفحہ: 191

”اَبُوالْاَعْلٰی“ نام کی حقیقت

یہ دولفظوں کا مجموعہ اور مرکب ہے۔ ① اَبُوْ ② اَلْاَعْلٰی

ان دونوں لفظوں کو پہلے، علیحدہ علیحدہ دیکھتے ہیں۔

”اَبُوْ“ کیا ہے؟

مجھے پھر اپنے بچپن میں جانا پڑے گا، شاید 1962ء کی بات ہے، جب ہم چک 149/E.B عارفوالا ضلع پاکپتن (سابق ساہیوال) مدرسہ اشاعت الاسلام میں پڑھتے تھے۔ اور ہمیں علم نحو کی کتاب ”نحومیر“ پڑھائی جارہی تھی۔ آج ممکن ہے 49 سال کے بعد، میں اس کتاب کو کھول کر، اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں، جو مجھے میرے ماموں اور سُسر مولانا عبدالجبار رحمہ اللہ کی وساطت سے ملی تھی۔ بہت بوسیدہ ہوچکی ہے۔ اس کے سرِ ورق پر، سن 1945ء ماہ جون مطبوعہ دہلی لکھا ہے اور قیمت ۹ آنے لکھی ہوئی ہے۔ اس کے صفحہ نمبر 14 پر درج ہے:

✿ ...... اسمائے ستہ مکبّرہ در وقتیکہ مضاف باشد بغیر یائے متکلم: چوں اَبٌ وَاَخٌ وَحَمٌ وَ هَنٌ وَفَمٌ وَذُوْمَالٍ رفع شان بواؤ باشد، ونصب بالف، وجر بیا، چوں جآءَ اَبُوْكَ. وَرَأَیْتُ اَبَاكَ. وَمَرَرْتُ بِاَبِیْكَ.

✿ ...... مذکورہ عبارت سے یہ پتہ چل گیا کہ ”اَبٌ“ اسمائے ستہ مکبرہ میں سے ہے اور حالتِ رفعی میں ”اَبُوْ“ ہے۔

✿ ...... علم النحو پر ایک اور کتاب، جو عرب ممالک میں متداول ہے، ”الاجرومیۃ“۔ اسے لکھنے والے محمد بن محمد بن داوٗد، الصنھاجی (المتوفی 723ھ) ہیں۔ جو مغرب کے رہنے والے تھے (موجودہ شمال مغرب افریقہ، مراکش وغیرہ) بربری قبیلہ سے تھے۔

① ...... ان کی اس کتاب کا ”حاشیہ الاجرومیۃ“ عبدالرحمن بن محمد بن قاسم رحمہ اللہ (المتوفی 1392ھ)

نے لکھا ہے۔

﴿۲﴾......موجودہ زمانے میں، سعودی عرب کے نامور عالم فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ (المتوفی 2001ء) نے ''شرح الآجرومیۃ'' لکھی۔ اس کتاب میں اسمائے مکبرہ ستہ کے بجائے، خمسۃ لکھا۔ شیخ عثیمین رحمہ اللہ نے وضاحت کی کہ اکثر نحویوں نے یہ نام پانچ ہی بتائے ہیں۔ چھٹا اسم ''هَنٌ'' اختلافی ہے۔ مؤلف اجرومیہ چونکہ کوفی ہے، وہ پانچ ہی مانتے ہیں مگر ابن مالک بصری نے چھ بتائے ہیں۔ ﴿۱﴾

✿......علم النحو کی ایک اور کتاب ''کافیہ'' ہے۔ اس میں بھی اسمائے ستہ مکبرہ کا ذکر موجود ہے۔

✿......الفیہ ابن مالک پر شرح ابن عقیل میں بھی ''المعرب والمبنی'' کے تحت تفصیل موجود ہے۔ ﴿۲﴾

✿......''قطر الندیٰ وبل الصدیٰ'' میں ''العلم'' کے تحت ''الکُنیۃُ'' کی تشریح میں موجود ہے، دیکھیں صفحہ 133۔

لغوی تحقیق:

✿......نحوی تحقیق کے بعد، اب دیکھیں کہ ''اَبٌ'' لغت عرب میں کیا ہے؟

✿......''الصحاح'' للجوھری جلد دوم میں ہے: اَلْأَبُ اصله اَبَوٌ، یعنی اَبٌ اصل میں اَبَوٌ تھا۔ واؤ کو آخر سے ختم کیا گیا، صرف اَبٌ رہ گیا۔ ﴿۳﴾

✿......یہی بات ابن منظور نے لکھی۔ ﴿۴﴾

✿......فارسی مستند لغات نے یہی لکھا ہے، ''آباءٌ پدران۔ این جمع ''اَبٌ'' است کہ دراصل ''اَبَوٌ'' بود۔ ﴿۵﴾

﴿۱﴾ شرح الآجرومیۃ، صفحہ: 54

﴿۲﴾ شرح ابن عقیل جلد اوّل، صفحہ: 44

﴿۳﴾ دیکھیں صفحہ: 1648

﴿۴﴾ لسان العرب جلد اوّل صفحہ: 43

﴿۵﴾ غیاث اللغات، صفحہ: 7

❁......عربی اُردو ڈکشنری مرتبہ، مولانا عبدالحفیظ بلیاوی، استاذِ ادب ندوۃ العلماء لکھنؤ، نے لکھا: "اَلْأَبُ" باپ۔ وہ شخص جو کسی چیز کے لیے باعث ایجاد یا باعث اصلاح ہو۔ جمع اٰباء واَبُوْن۔ (١)

❁......امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے: "اَلْأَبُ" اصل معنی تو والد کے ہیں۔ (٢) مجازاً، ہراس شخص کو جو کسی شے کی ایجاد، ظہور، یا اصلاح کا سبب ہو۔ اصل میں اَبٌ، اَبَوٌ تھا بروزن فَعَلٌ۔ (٢)

❁......عربی المنجد میں ہے، أَبٌ، جمع اس کی أباء ہے، معنی الوالد۔ وَمَنْ كَانَ سَبَبًا فِي اِيْجَادِ شَيْءٍ، اَوْ اِصْلَاحِهٖ. وكلمة أَب من الاسماء الخمسة. (٣)

❁......مجد الدین فیروز آبادی رحمہ اللہ نے قرآنی الفاظ کی تشریح پر بہت عمدہ کتاب لکھی ہے جس کی چھ جلدیں ہیں۔ اس کا ایک باب ہے "بصیرۃ فی الالف"۔ اس کے تحت لکھتے ہیں، وَالْأَلِفُ فِي الْقُرْاٰنِ وَلُغَةِ الْعَرَبِ يَرِدُ عَلٰى نَحْوٍ مِنْ اَرْبَعِيْنَ وَجْهًا. (٤)

قرآن کریم اور لغت عرب میں اَلِف، قریباً چالیس مختلف انداز سے وارد ہوتا ہے۔

آگے نمبر سات پر ہے، اَلسَّابِعُ اَلِفُ الْقَطْعِ، ساتویں الف کی قسم الف قطعی ہے۔

نَحْوُ اَلِفُ، اُمِّ. جیسے اَبٌ اور اُمٌّ کا الف ہے۔ یعنی یہ ہمزہ قطعی ہے، وصلی نہیں ہے۔

اَلْاَعْلٰى:

یہ اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ معنی، زیادہ بلند۔ (٥)

(١)......اَعْلٰى: اسم تفضیل، نَقِيْضُ الْاَسْفَل. اَسْفَلَ کا متضاد (نچلا، پست) (٦)

---

(١) مصباح اللغات، صفحہ، المنجد مترجم اُردو، صفحہ:47

(٢) مشکوۃ محقق البانی اوّل، صفحہ:83

(٣) المنجد فی اللغۃ، صفحہ:2

(٤) بصائر ذوی التمییز فی لطائف الکتاب العزیز، جلد دوم، صفحہ:4 تا 6

(٥) مصباح اللغات صفحہ:574، المنجد مترجم اردو، صفحہ 679

(٦) المنجد عربی، صفحہ:528

۲۔۔۔۔۔اعلیٰ: اسمٰی وارفع Higher, Highest (۱)

۳۔۔۔۔۔وَيُقَالُ عَالَى الرَّجُلُ وَاَعْلٰى: اِذَا اَتٰى عَالِيَةَ نَجْدٍ. (۲)

جب آدمی نجد کے بالائی حصے سے آئے۔

۴۔۔۔۔۔اَلْاَعْلٰى: اَلْاَشْرَف (۳)

۵۔۔۔۔۔اَعْلٰى: بلندتر (۴)

اَلْاَسْمَآءُ عَلٰى نَوْعَيْنِ:

اسم دو قسموں کے ہیں:

۱۔۔۔۔۔اَسْمَآءُ الْخَالِقِ تَعَالٰى: ایک تو اللہ تعالیٰ کے نام ہیں، جو سب کا خالق ہے۔

۲۔۔۔۔۔وَاَسْمَآءُ الْمَخْلُوْقَاتِ: دوسرے مخلوقات کے نام ہیں۔

تشریح:

اللہ تعالیٰ کے ذاتی نام: اَللّٰهُ، اِلٰهٌ، رَبٌّ

اس کے صفاتی نام: اَلْعَالِمُ، اَلسَّمِيْعُ، اَلْبَصِيْرُ

کچھ نام صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہیں، وہ کسی غیر اللہ کے لیے استعمال نہیں ہو سکتے۔

مثلاً: اَللّٰهُ، اَلْاَحَدُ، اَلصَّمَدُ، يَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ، يَا مُسَبِّبَ الْاَسْبَابِ... الخ

وَاِمَّا اِسْمٌ مُشْتَرَكٌ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْخَلْقِ.

اور کچھ نام اللہ تعالیٰ اور مخلوق میں مشترک (عمومی، Common) ہیں۔

فَيَكُوْنُ لِلْحَقِّ حَقِيْقَةً، وَلِلْخَلْقِ مَجَازًا.

حق تعالیٰ کے لیے وہ حقیقت ہوں گے۔ مخلوق کے لیے غیر حقیقی ہوں گے۔

---

(۱) المورد عربی، انگلش صفحہ:132

(۲) الصحاح للجوھری جلد دوم صفحہ:1769

(۳) بصائر ذوی التمییز جلد 4 صفحہ:97

(۴) غیاث اللغات، صفحہ:15

مثلاً: اَلْعَزِیْزُ، اَلرَّحِیْمُ، اَلْغَنِیُّ، اَلْکَرِیْمُ.

کچھ نام اللہ کے لیے تعریف کے ہیں، وہی نام غیر اللہ کے لیے قابل مذمت ہے:

مثلاً: اَلْجَبَّارُ، اَلْقَهَّارُ، اَلْمُتَکَبِّرُ.(۱)

''اَلْاَعْلٰی'' بھی اسم مشترک ہے:

① (سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى)(۲)

(اے نبی ﷺ!) اپنے ربّ اعلیٰ (برتر) کے نام کی تسبیح کرو۔

یہاں ''الاعلیٰ'' سے مراد، ربّ العالمین ہے، جو خالق ہے۔

② (قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى)(۳)

ہم نے کہا، مت ڈر، تو ہی غالب رہے گا۔

یہاں ''الاعلیٰ'' سے مراد، موسیٰ علیہ السلام ہیں، جو مخلوق ہیں۔(۴)

---

(۱) بصائر ذوی التمییز جلد دوم صفحہ: 75 تا 77

(۲) سورۃ الاعلیٰ: 1

(۳) سورۃ طٰہٰ: 68

(۴) علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے لکھا: (۱) الاعلیٰ، مُعرفٌ یدل ان غیرہ لا یکون کذلك بخلاف عالی واعلیٰ. الاعلیٰ معرفہ الف ولام سے ہے برعکس عالی اور اعلیٰ کے، یعنی تو ایسا غالب رہے گا کہ تجھ جیسا کوئی اور نہیں۔ (۲) بِصِفَةِ اَفعل یُشعِر بزیادۃ العلو، یعنی اسم تفضیل کا صیغہ، مراد مرتبے میں... بلند۔ (۳) ان الاعلیٰ لایخاف الأدنیٰ. اعلیٰ کبھی ادنیٰ سے گھبرایا نہیں کرتا۔ [کتاب الفوائد، صفحہ: 185]

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے لکھا: ابوالحسن نے ابوحاتم سے پوچھا کہ آپ ''مذکر و مؤنث'' پر کتاب لکھ رہے تھے؟ کہا: کچھ لکھا ہے۔ پھر اس نے پوچھا: ''الفردوس'' کیا ہے؟ اس نے کہا: مذکر کا صیغہ ہے۔ اس نے کہا: قرآن کریم میں ہے (اَلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ) [المومنون: 11]۔ (یعنی فیھا ضمیر مؤنث ہے) اس نے کہا: یہ ضمیر مؤنث، جنت کی طرف راجع ہے۔ ابوحاتم نے بتایا، مجھے التوزی نے کہا تھا: اے غافل! تو نے لوگوں کو دعا کرتے نہیں سنا، ''اَسْأَلُكَ الْفِرْدَوْسَ الْاَعْلٰی'' (میں تجھ سے اعلیٰ فردوس کا سوال کرتا ہوں)۔ میں نے اسے کہا: یا نائم! (اے سوئے ہوئے) یہاں ''اَعْلٰی'' اَفْعَل ہے نہ کہ فُعْلٰی یعنی اعلیٰ، اسم تفضیل کا صیغہ ہے نہ کہ عُلْیَا مؤنث ہے۔ [المزھر فی علوم اللغۃ جلد دوم، صفحہ: 327]

③ (لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى)[1]

یہ شیاطین، ملاء اعلیٰ کی باتیں نہیں سن سکتے۔

یہاں "الاعلیٰ" عالم بالا کی مخلوق، فرشتے مراد ہیں۔ جو غیر اللہ ہیں۔

④ (وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى)[2]

اور وہ سب سے اونچے کنارے پر تھا۔

شرح:

پیر محمد کرم شاہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

هُوَ کا مرجع بھی جبریل امین علیہ السلام ہیں۔ "افق" اس کنارے کو کہتے ہیں، جہاں آسمان وزمین آپس میں ملتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ "الاعلیٰ" بلندترین۔[3]

اس چوتھی آیت میں افق کے لیے اعلیٰ کا لفظ استعمال ہوا۔ جو غیر اللہ ہے۔

⑤ (وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ)[4]

دل شکستہ نہ ہو، غم نہ کرو، تم ہی غالب رہو گے، اگر تم مومن ہو۔

شرح:

اس آیت میں اللہ اہل ایمان کو "اَعْلَوْنَ" کہہ رہا ہے۔

اہل ایمان بھی مخلوق اور غیر اللہ ہیں۔

مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ، واؤ حالیہ ہے۔ وَاَنْتُمْ مخاطب، غازیانِ غزوہ اُحد ہیں۔ پھر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم پھر سارے مسلمانوں سے خطاب ہے۔ الْاَعْلَوْنَ، اَعْلٰی کا جمع مذکر ہے۔ اَعْلٰی

[1] سورۃ الصافات:8

[2] سورۃ النجم:7

[3] تفسیر ضیاء القرآن جلد پنجم، صفحہ:12

[4] سورۃ آل عمران:139

عُلُوٌّ کا اسم تفضیل ہے۔ ①

⑥ ایک طویل حدیث کا جملہ ہے: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "فَنَادَیْتُ اَعْلٰی صَوْتِیْ" میں نے اپنی بلند آواز سے پکارا۔ ②

یہاں صوت (آواز) کی صفت اعلیٰ ہوئی۔ اسم التفضیل۔

دینی مدارس کے عزیز طلبہ! عربی کا معلم، دوسرا حصہ لیں اور صفحہ نمبر 72 پر، الدرس الرابع والعشر ون (چوبیسواں سبق) دیکھیں۔

اسم التفضیل وہ لفظ ہے جس سے کسی شئی میں، کسی صفت کی زیادتی، بمقابلہ دوسری شے کے سمجھی جائے جیسے: اَحْسَنُ (زیادہ خوبصورت)۔ اَکْبَرُ (زیادہ بڑا)۔ اسی صفحہ کی آخری سطر پر یہ لکھا ہے عَالٍ (دراصل عَالِیٌ، بلند) سے، اَعْلٰی، زیادہ بلند۔ بروزن اَفْعَلُ ہے۔

آگے صفحہ 73 پر، تفضیل البعض اور تفضیل الکل کی تشریح ہے۔

[۱] ...... تفضیل بعض کی مثال:

اَلْجِبَالُ اَعْلٰی مِنَ التِّلَالِ. پہاڑ ٹیلوں سے اونچے ہیں، بلند تر ہیں۔ ③

[۲] ...... تفضیل کل کی مثال:

① زَیْدُنِ الْاَعْلَمُ. (سب سے زیادہ علم والا زید)

② زَیْدٌ اَعْلَمُ النَّاسِ. (زید سب آدمیوں سے زیادہ علم والا ہے)

پہلی مثال، تفضیل بعض کی ہے۔ جس میں پہاڑوں اور ٹیلوں کے درمیان، یعنی دو قسموں کا مقابلہ ہے، کہ ان میں سے کونسی چیز زیادہ بلند ہے۔ ان کے درمیان مِنَ استعمال ہوتا ہے۔

دوسری مثال نمبر ایک، تفضیل کل کی ہے۔ یعنی زید (کل) سب سے زیادہ علم والا ہے۔ اس میں اسم تفضیل سے پہلے الف ولام لگانا چاہیے۔ اَعْلَمُ کے بجائے اَلْاَعْلَمُ ہو۔

---

① تفسیر نعیمی جلد چہارم صفحہ: 204

② صحیح مسلم، حدیث: 1479

③ النحو الواضح، ثانی، صفحہ: 111

نیز دوسری مثال کے، دوسرے حصہ کی مثال، تفضیل کل کی ہی ہے۔لیکن اس اسم تفضیل کو بطور مضاف اور اگلے لفظ کو بطور مضاف الیہ استعمال کرنا چاہیے، جیسے اَعْلَمُ النَّاسِ ہے۔

تفضیل کل کا مطلب ہے سب سے مقابلہ میں، افضل، اعلیٰ، اعلم وغیرہ، نہ کہ صرف دو کا مقابلہ۔

اسم عَلَم:

اشخاص کے نام، شہروں اور دریاؤں وغیرہ کے مخصوص نام، ان کے عَلَم ہیں۔

کبھی یہ نام مفرد ہوتے ہیں، کبھی مرکب اضافی کی شکل میں، کبھی کنیت کے ساتھ، یعنی شروع میں ''ابو'' یا ''ابن'' لگا کر۔

مثال: مفرد عَلَم: عمر، محمد، علی

مثال: مرکب اضافی: عبداللہ، عبدالرحمن

مثال: مرکب، مسند اور مسند الیہ سے ملا کر بنایا ہوا۔ سُرَّ مَنْ رَأٰی، یہ اس شہر کا نام ہے، جسے خلیفہ معتصم نے بنایا تھا۔

مثال: کنیت: ابن الخطّاب، ابوالقاسم، ابوالحسن۔ (۱)

عَلَمیہ کی عمدہ وضاحت:

عَلَمیہ کے ساتھ وصفیہ جمع نہیں ہو سکتی۔ اگر کسی اسم صفت کو عَلَم بنا دیا جائے، تو وصفیہ باقی نہیں رہے گی۔ حَامِدٌ دراصل اسم صفت ہے۔ کیونکہ اسم فاعل ہے۔ جب وہ کسی کا نام رکھ دیا جائے، تو وہ صرف اسم عَلَم رہ جائے گا۔ (۲)

ورنہ حَامِدٌ کا معنیٰ ہے، حمد و ثنا کرنے والا۔ جب نام پکاریں گے تو حمد کرنے والا وصف ختم ہو جائے گا۔

اَبُو الْاَعْلٰی:

اب یہ دونوں لفظ جوڑیں، یعنی ''ابو'' اور ''الاعلی'' کو، تو معنیٰ ہوگا، اِلْاَعْلٰی والا۔ یعنی

(۱) النحو الواضح دوم صفحہ: 175

(۲) عربی کا معلم چہارم صفحہ: 129

اللہ والا یا بلند مرتبے والا کیونکہ پیچھے ہم پڑھ چکے ہیں کہ ابو کا معنی باپ ہے لیکن مجازاً، ایجاد وظہور یا باعث اصلاح وغیرہ کے لیے بھی مستعمل ہے۔ ابو بمعنی ذُو ہے۔ مثلاً:

ابوالبرکات	برکتوں والا	نہ کہ برکتوں کا باپ
ابوالفضائل	فضیلتوں والا	نہ کہ فضیلتوں کا باپ
ابوالحسنات	بھلائیوں والا	نہ کہ بھلائیوں کا باپ
ابوھریرہ	بلی والا	نہ کہ بلی کا باپ
ابوالسعادات	خوش بختیوں والا	نہ کہ خوش بختیوں کا باپ
ابوتراب	خاک آلود	نہ کہ مٹی کا باپ
ابوالخیر	خیر اور بھلائی والا	نہ کہ بھلائی کا باپ
ابوبکر	ہشاش بشاش چہرے والا	نہ کہ بکر کا باپ

علمائے عرب کے نزدیک، ابوالاعلیٰ نام:

علمائے حجاز ومصر ہوں، یا شام وعراق، یا کویت وامارات کے علماء۔ یہ سب اہل لغت عرب اور اہل زبان ہیں۔ ان میں سے کسی نے ''ابوالاعلیٰ'' نام پر، لغوی اور علمی اعتبار سے، کبھی اعتراض نہیں کیا، ورنہ اہل زبان ہوتے ہوئے، وہ فوراً اس نام کی علمی گرفت کرتے۔

(۱)...... آج بھی انٹرنیٹ پر، الشیخ الدکتور محمد موسیٰ الشریف حفظہ اللہ کا قریباً ایک گھنٹے کا لیکچر، مولانا مودودی رحمہ اللہ کی سوانح حیات پر، عربی زبان میں موجود ہے۔ موصوف دکتور، کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی ریاض سعودی عرب میں، اسلامک سٹڈیز کے اسسٹنٹ پروفیسر ہیں۔ انٹرنیٹ پر یہ لیکچر سننے کے قابل ہے۔ جو لوگ عربی زبان سمجھ سکتے ہیں۔ وہ بہت مستفید ہو سکتے ہیں۔

(۲)...... شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ

1959ء میں جب سید مودودی رحمہ اللہ ''سفر ارض القرآن'' پر نکلے تو ریاض میں ایک مکان پر ٹھہرے۔ شیخ ابن باز رحمہ اللہ سے ملنے کا پروگرام تھا۔ لیکن شیخ رحمہ اللہ ان سے پہلے ہی،

سید رحمہ اللہ کے ہاں پہنچ گئے اور فرمایا: اَلْقَادِمُ يُزَارُ یعنی مہمان سے اس کی جائے قیام پر جا کر ملاقات کی جائے اور پھر اسے اپنے ہاں دعوت دی جائے۔ حسب دستور عرب۔ ①

جب اگلے روز شیخ ابن باز رحمہ اللہ کے ہاں پہنچے تو ایک ہم سفر چوہدری غلام محمد رحمہ اللہ تھے۔ ان کا تعارف کروایا تو ابن باز رحمہ اللہ "غلام محمد" نام پر ٹھٹک گئے، کیونکہ وہ اسے درست نہ سمجھتے تھے، بالآخر شیخ رحمہ اللہ انہیں احتراماً سید غلام کہہ کر پکارتے رہے۔ ②

"غلام" کا لفظ اردو اور فارسی میں تو خدمتگار کے لیے ہے، مگر عربی زبان میں لڑکے اور بیٹے کو کہتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ﴾ ③

زکریا علیہ السلام نے کہا: میرے ربّ! بھلا میرے ہاں لڑکا کہاں سے ہوگا؟

دوسری جگہ قرآن میں ہے:

﴿وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ﴾ ④

اُدھر ایک قافلہ آیا اور اس نے اپنے سقّے کو پانی لانے کے لیے بھیجا، سقّے نے جو کنویں میں ڈول ڈالا تو (یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر) پکار اُٹھا، مبارک ہو! یہاں تو ایک لڑکا ہے۔

لہٰذا عرب اہل علم کے لیے غلام محمد، غلام نبی، غلام اللہ وغیرہ نام نہایت تعجب خیز ہیں۔

شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے جہاں چوہدری صاحب کو غلام محمد کہنا گوارا نہیں کیا، وہیں اگر "ابوالاعلیٰ" نام کی ترکیب، علمی و شرعی طور پر غلط ہوتی تو ضرور اس کا بھی اظہار کر دیتے۔ سید مودودی رحمہ اللہ کے لیے تو وہ دیدہ و دل فرشِ راہ کیے ہوئے تھے۔

③ ...... سعودی عرب، کویت، مصر، شام و اردن وغیرہ:

---

① سفرنامہ ارض القرآن، صفحہ: 49

② مولانا مودودی رحمہ اللہ کا سفر سعودی عرب، بسلسلہ مدینہ یونیورسٹی، صفحہ: 122

③ سورۃ آل عمران: 40

④ سورۃ یوسف: 19

ان عرب ممالک میں سید مودودی رحمہ اللہ کی عربی زبان میں ترجمہ شدہ کتب، درجنوں چھپتی ہیں اور لاکھوں کی تعداد میں ان کی اشاعت ہوتی رہتی ہے۔ ورنہ عموماً ہوتا یہ ہے کہ مصنف اپنی زندگی میں تگ و دو کر کے، اپنی کتاب طبع کرواتا ہے اور جب فوت ہو جاتا ہے تو اس کتاب کو چھاپنے والا کوئی نہیں ہوتا۔

مگر سید کا تحریری کام پھلتا پھولتا جا رہا ہے، جبکہ خود سید زیر زمین تین دہائیوں سے زائد عرصہ سے محو استراحت ہیں۔

عُلُوٌّ فِي الْحَيَاةِ وَفِي الْمَمَاتِ

لَحَقٌّ أَنْتَ إِحْدَى الْمُعْجِزَاتِ

''زندگی میں بھی سر بلند، اور مرنے کے بعد بھی بالاتر ہے۔ تو یقیناً اس دور کی سراپا اعجاز شخصیت ہے۔

سوچنے کا مقام ہے:

یہ انتہائی مقامِ غور و فکر ہے کہ سید رحمہ اللہ کی کتابیں، دنیا بھر کی مختلف زبانوں میں کیوں منتقل ہوتی چلی جا رہی ہیں؟

١ ...... خلیل حامدی رحمہ اللہ کے ایک سعودی دوست سامی الوکیل کہتے ہیں:

میں نے مختلف مصنفین کی کتابیں پڑھی ہیں۔ ان میں زبان و ادب کی بڑی چاشنی ہے، مگر سید مودودی رحمہ اللہ کی تحریروں نے مجھے بے چین کر دیا ہے۔ ''اَقَضَّ عَلَیَّ مَضْجَعِیْ'' میری نیندیں اُڑا دی ہیں۔

٢ ...... مصر کے اکثر علماء کا فتویٰ ہے کہ عورت، ہاتھ اور چہرہ ننگا کر کے باہر نکل سکتی ہے، مگر مصر کی ایک لیڈی ڈاکٹر نور الصباح نے چہرے کا حجاب اوڑھ لیا تھا۔

مصری میگزین صباح الخیر نے، ان سے طویل انٹرویو کیا۔ چہرے کے پردے کے بارے میں سوال ہوا کہ یہ کہاں سے تحقیق کیا ہے؟

محترمہ نے جواب دیا: اَلْحِجَاب (پردہ) اور تفسیر سورۃ النور (عربی) سید مودودی رحمہ اللہ سے۔

۳......کینیا (Kenya) کے چیف جسٹس شیخ صالح فارسی سید کی شان میں، عربی زبان میں، ایک طویل قصیدہ لکھا تھا، جس کا ایک شعر یہ ہے:ـ

وَاَنْتُمْ حُمَاةٌ لِلْمُسْلِمِیْنَ مِنَ الرَّدٰی

وَاَنْتُمْ لِدِیْنِ اللّٰہِ اَعْظَمُ مَعْقِلٖ

''آپ مسلمانوں کو بربادی سے بچانے والے ہیں اور اللہ کے دین کی، ایک عظیم پناہ گاہ ہیں۔''

۴......شام (Syria) کے استاذ عصام العطار نے سید رحمہ اللہ پر نظم لکھی، اس کا ایک شعر ہے:

اَنْتَ الْمَنَارَۃُ لِلْاِسْلَامِ اِنْ خَطَرَتْ

سَفِیْنَۃُ الْفِکْرِ فِیْ اَمْوَاجِ مِّنَ الرِّیَبِ

''جب فکر ونظر کے سفینے، شکوک وشبہات کی موجوں میں لڑکھڑانے لگتے ہیں، تو اے سید مودودی رحمہ اللہ! تو روشنی کا منار بن کر سامنے آجاتا ہے۔''①

۵......سوڈان کے مڈل اسکولوں کا ترانہ:

مڈل اسکولوں کے طلبہ روزانہ ترانہ صبح کی اسمبلی میں مل کر گاتے ہیں، جس کا ایک شعریہ ہے:

اَلْھِنْدُ مَقْصُوْدِیْ

یَا اَرْضَ مَوْدُوْدِیْ

''ہند میرا مقصود ہے، اے مودودی کی سرزمین!''②

کس قدر مقام افسوس ہے؟

ہم جیسے سادہ لوح دینی طلبہ کو، کن کن بے کار بحثوں میں الجھا کے رکھ دیا گیا ہے
کبھی سید رحمہ اللہ کے نام کی عجیب وغریب توجیہات کیں کہ بس انہی میں بھٹکتے پھرو۔
کبھی یہ پروپیگنڈا کہ انہیں عربی زبان نہیں آتی حالانکہ عالم عرب کے علماء انہیں اپنا راہبر

① حوالے: تحریک اسلامی کے عالمی اثرات، حامدی رحمہ اللہ
② آفاق دعوت، صفحہ: 363

مانتے ہیں۔

کبھی یہ کہ وہ ملک دشمن (Antistate) ہے۔ حالانکہ ملک پر قابض وہ ہو گئے، جن کی معمولی قربانی نہیں ملک کے لیے۔

کبھی یہ کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے گستاخ ہیں۔ حالانکہ خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خلافت راشدہ سے خوفزدہ ہیں اور ملوکیت کے دلدادہ ہیں۔

کبھی یہ کہ جہادِ کشمیر کے خلاف ہیں۔ حالانکہ خود ساری افواج اور حکومت رکھنے کے باوجود کبھی جہاد نہ کیا۔

کبھی یہ کہ ان کے پاس کوئی تعلیمی سند نہیں ہے۔ تعلیمی اسناد جن کے پاس ہیں، انہوں نے قوم کو نفرتوں کے جہنم میں جھونکا ہے۔

کبھی یہ کہ ان کا کوئی استاد نہیں ہے۔ بغیر استاد کے صرف انبیاء کرام علیہم السلام ہوتے ہیں جنہیں خدا براہِ راست علم دیتا ہے۔ سید رحمہ اللہ کے تو اساتذہ موجود تھے۔

کبھی یہ کہ وہ سلف کے منہج کے خلاف ہے۔ کیا امت کے ٹکڑے اڑانا ہی اسلاف کا منہج تھا؟

کبھی یہ کہ ان کا عقیدہ درست نہیں ہے۔ مردہ خداؤں کو برا بھلا کہہ کر مطمئن ہونے والوں نے، کبھی زندہ خدائی کرنے والوں سے ٹکر نہ لی۔

کبھی اس شریف آدمی کو گالیوں سے نوازا گیا۔ جس کی زبان ایسے تھی، جیسے آبِ کوثر و تسنیم سے تو دھلی ہوئی ہو۔

کبھی عوامی جلسوں میں، اسٹیج پر کھڑے ہو کر، مقررین نے، اس معزز شخص کی بہو بیٹیوں پر کیچڑ اُچھالی۔

کبھی ان کی تحریروں سے جملے کاٹ کر، سیاق وسباق سے الگ کر کے، اپنے ہی مطلب پہنا کے لوگوں کو گمراہ کیا۔

مذہبی لوگوں نے کہا: یہ صحافی ہے، پروفیسر ہے، اسے دین کی کیا خبر ہے؟ ان باخبروں کی حالت دیکھ لیں جو فساد فی الارض کر رہے ہیں۔

سیاسی بازی گر حکمرانوں نے، سرکاری ذرائع ابلاغ سے زوردار یہ نفرت پھیلائی، یہ مُلّا ہے اسے حکمرانی کی کیا پڑی ہے یہ حکومت کا بھوکا ہے، حالانکہ خود ان کی حکومت کے بغیر جان نکلتی ہے۔

الغرض، کسی طبقے نے انہیں بدنام کرنے کی کسر نہ چھوڑی... مگر...

وہ صبر و شکر کا پہاڑ ثابت ہوا:

ان لوگوں کی بدزبانی، الزام تراشی، جھوٹ اور مکر و فریب کے جواب میں، خاموشی سے، گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر، اپنا فکری اور تحریکی کام کر کے، اپنے ربّ کریم کے پاس جا پہنچے۔ ان کے افکار نے دُنیا بھر میں اسلامی انقلاب کی ایک ہلچل مچادی ہے۔ اپنے ہوں یا بے گانے، اب ان پر تحقیقات کرتے رہیں، مگر یہ فکری شعور و نور پھیلتا ہی جا رہا ہے۔ ان کا کام ہزاروں صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ کسی گالی کے جواب میں گالی، کسی مخالف کے خلاف بدزبانی کا ایک جملہ نہیں ملتا۔ بقول غالب:

وال گیا بھی میں، تو ان کی گالیوں کا کیا جواب
یاد تھیں جتنی دعائیں، صرف درباں ہوگئیں

جو شخص اس قدر وسعتِ ظرف کا مالک ہو کہ اپنے ہم عصر دُشنام طرازوں کے جواب میں، ادنیٰ الفاظ بھی استعمال نہ کرے۔ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسی عظیم ہستیوں کے خلاف کیسے گستاخانہ لکھ سکتا ہے۔

حال تو یہ ہے:

اکثر بڑے بڑے علماء سے جب پوچھا گیا کہ آپ سید رحمہ اللہ کے خلاف اتنا بولتے ہیں، کبھی آپ نے انہیں خود پڑھا ہے؟ تو اکثر جواب ہوتا ہے، ہم نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے۔

یہی حالت میری اپنی بھی تھی۔ مدارس دینیہ سے فراغت کے بعد تک، ہمارے لیے کتب مودودی رحمہ اللہ، شجر ممنوع تھیں۔ حسد و بغض جو ہمارے سینوں میں بھر دیا گیا تھا، ان کی کتاب کو ہاتھ لگانا گناہ سمجھتے رہے۔ یہاں نیویارک میں، اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی، 1996ء سے مسجد البدر قائم کی۔ اپنی تحقیقی لائبریری بنائی۔ ایک روز ایک آدمی نے لائبریری میں کتب دیکھیں،

تفہیم القرآن کو دیکھ کر، وہ صاحب کہنے لگے: مودودی رحمہ اللہ کی تفسیر پڑھنے سے، ہمارے بزرگ منع کرتے ہیں۔

میں نے کہا:

ہمارے بزرگ بھی منع کرتے تھے، مگر جب ہم نے اپنی آنکھوں سے، اپنا دماغ کھول کر پڑھا تو معلوم ہوا، ہمارے بزرگ غلط ہیں اور وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ پھر وہ شخص ہکّا بکّا رہ گیا کہ یہ تو اپنے بزرگوں کو بھی معاف نہیں کرتا۔ بہرکیف، یہ کوئی علمی دیانت نہیں ہے کہ آدمی اپنے بزرگوں کے ہر قول کو آنکھیں بند کر کے اور گردن جھکا کر سچ مانتا جائے، بلکہ معیارِ حق، قرآن وسنت ہیں۔ جو بات بزرگوں کی قرآن وسنت کے مطابق ہو، وہ سر آنکھوں پر۔ آنکھیں بند کر کے ماننا، صرف اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے لیے ہی خاص ہے اور کسی کے لیے نہیں۔ حیرت تو یہ ہے کہ غیر مقلد ہونے کے دعویداروں میں بھی، کچھ لوگ اپنے مولویوں کے اندھے مقلد بن بیٹھے۔

سید مودودی رحمہ اللہ کا کارنامہ:

سید رحمہ اللہ چونکہ مغربی علوم پر پوری گہرائی سے نظر رکھتے تھے اور دینی علوم پر بھی گہری بصیرت، اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کی تھی۔

تیسری خوبی فطری یہ تھی کہ ان کی رگوں میں نسلی طور پر خالص پیغمبر ﷺ کا خون گردش کرتا تھا۔ وہ بلا لومۃ لائم حق کے علمبردار بنے۔ انہیں جبر وقہر سلاطین ہراساں نہ کر سکا۔ انہیں بھاری دولتِ دنیا سے خریدا نہ جا سکا۔ انہیں جیلوں کی سختیاں بے ہمت نہ کر سکیں۔ انہوں نے شوق شہادت کے نشے میں سرشار ہو کر تختہ دار کو بھی مسکرا کے قبول کیا تھا۔ وہ اپنی صدی میں اسلام کے بطل جلیل ثابت ہوئے۔ دہریت وتشکیک میں ڈوبنے والوں کے لیے عظیم سہارا بنے۔ جن کے علمی وعقلی دلائل کے آگے بڑے بڑے جغادری ڈھیر ہوتے گئے۔ جس نے بھی انہیں قریب سے دیکھا، اپنا نقد دل ہار بیٹھا۔ جس نے انہیں دریچہ دل کھول کے پڑھا، وہ مرغ

نیم بسمل ہو کے رہ گیا۔ تھے وہ بشر ہی، تھے وہ انسان ہی، تھے وہ مشت خاک ہی، مگر کفر و باطل کے ایوانوں پر بجلی بن کر گرے۔ وہ ایوان اب تک لرزہ براندام ہیں، معلوم نہیں کب تک لرزاں رہیں گے، کیونکہ سید رحمہ اللہ کے قلم کے وار، ضربِ کاری کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں۔ یہ شخص اپنے زمانے کا کرشمہ کردگار ہے۔ نابغہ روزگار ہے۔ صاحب قلم و تلوار ہے۔ کردارِ تابدار ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا وفادار ہے۔



کنیت کی تشریح

❁......ابن منظور نے لکھا ہے:

کنیت تین طرح سے ہوتی ہے:

۱......کسی کی برائی ظاہر کرنے کے لیے۔

۲......کسی کو تعظیم وتوقیر بخشنے کے لیے۔

۳......والثالث ان تقوم الكنية مَقام الاسم، فيعرف صاحبها بها ، كما يُعرف باسمه، كابي لهب ، اسمه عبدالعزىٰ ، عرف بكنية، فسمّاه الله بها.

تیسرا یہ کہ کنیت ، نام کے قائم مقام ہوتی ہے۔ ایسی کنیت والا شخص ، اپنی کنیت سے معروف ہوجاتا ہے، جیسا کہ کوئی اپنے نام سے مشہور ہوتا ہے۔ مثلاً: ابولھب ہے، حالانکہ اس کا نام عبدالعزّیٰ تھا۔ نام کے بجائے کنیت سے مشہور ہوا اور اللہ تعالیٰ نے بھی اس کی کنیت کو ہی نام دے دیا۔ (۱)

❁......مترجم المنجد میں ہے، کنیت وہ نام ہے جو کسی کی تعظیم یا علامت کے لیے بولا جائے، وہ نام جو اَبٌ ، اُمٌّ، اِبنٌ، یا بِنتٌ کا لفظ شروع میں لگانے سے، مکمل نام بنتا ہے۔ (۲)

❁......شرح ابن عقیل میں، اَلْعَلَمُ کے عنوان کے تحت، تیسرے شعر کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: عَلَم (اسم) کی تین قسمیں ہیں:

۱......اسم: وہ نام اور کلمہ، جس سے کسی شخص ، جانور، جگہ یا چیز کو پہچانا جائے۔ اس کی جمع اسماء

---

(۱) لسان المیزان جلد 13، صفحہ:123

(۲) المنجد، صفحہ:47

ہے۔ ①

② ......کنیت: وہ نام جو باپ، ماں، بیٹا، بیٹی وغیرہ کے تعلق سے بولا جائے۔ ②

③ ......لقب: وہ نام جو کسی خاص مدح (تعریف) یا ذم (مذمت) کے سبب سے پڑ گیا ہو۔ ③

ابن عقیل نے کنیت پر خاص یہ الفاظ لکھے ہیں:

مَا كَانَ فِيْ اَوَّلِهٖ اَبٌ اَوْ اُمٌّ كَاَبِيْ عَبْدِ اللهِ وَاُمِّ الْخَيْرِ. جس لفظ کے شروع میں اَب یا اُم کا لفظ لگائیں، ابو عبداللہ اور اُمُّ الْخَیْر ہے۔ ④

❁......علامہ وحید الزمان رحمہ اللہ نے لکھا:

کنیت: نام رکھنا، ابو یا ابن یا اُم یا بنت کے ساتھ۔ مثلاً: ابو زید، اُم عمرو، ابو الشرف ⑤

❁......ایسے ہی عربی المنجد میں ہے:

اَلْكُنْيَةُ: اِسْمٌ يُعَلَّقُ عَلَى الشَّخْصِ تَعْظِيْمًا لَهٗ اَوْ عَلَامَةٌ عَلَيْهِ. اَلْعَلَمُ الْمُصَدَّرُ بِلَفْظِ الْأَبِ اَوِ الْاِبْنِ اَوِ الْبِنْتِ. ⑥

ڈاکٹر سہیل حسن حفظہ اللہ نے اصطلاحات حدیث پر معجم لکھی ہے، جو نہایت سہل اور مفید ہے:

اس کتاب میں "اَلْکُنٰی" کی تشریح موجود ہے:

کُنٰی: کُنْیَۃ کی جمع ہے۔ کنیت سے مراد وہ نام ہے جو "اَبٌ"، "اُمٌّ" یا اِبْنٌ سے شروع ہوتا ہے، مثلاً ابو ہریرہ، ام سلمہ، ابن عمر وغیرہ۔

---

① فیروز اللغات اردو، صفحہ: 94

② فیروز اللغات اردو، صفحہ: 1038

③ فیروز اللغات اردو، صفحہ: 1158

④ شرح ابن عقیل جلد اوّل صفحہ: 119، نیز الصحاح للجوھری صفحہ: 1798

⑤ لغات الحدیث جلد چہارم صفحہ: 100

⑥ المنجد عربی، صفحہ: 701

کنیتوں کی مختلف اقسام اور مثالیں یہ ہیں:

① ......وہ شخص جس کی کنیت ہی اس کا نام ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ، اس کا کوئی دوسرا نام نہیں ہوتا۔ مثلاً: ابو بلال الاشعری کا نام اور کنیت ایک ہی ہے۔

② ......وہ شخص جو اپنی کنیت سے ہی معروف ہو اور یہ معلوم نہ ہو کہ اس کا کوئی نام ہے بھی یا نہیں۔ مثلاً: ایک صحابی ''ابونواس رضی اللہ عنہ'' کنیت سے معروف ہیں اور یہ معلوم نہیں کہ اس کے علاوہ، ان کا کوئی دوسرا نام بھی ہے۔ (1)

امام ابن قُتَیبہ رحمہ اللہ:

ابن قُتَیبہ نے اپنی معروف کتاب ''المعارف'' میں یہ باب مقرر کیا ہے۔

اَلْمُسَمُّوْنَ بِکُنَاھُمْ

وہ لوگ جن کے نام، کنیتوں پر ہی رکھے گئے۔

① ......ابوبکر بن عیاش، اسمہ کنیتہ، اس ابوبکر کی کنیت ہی نام تھا۔

② ......ابوعمرو بن العلاء واخوہ ابوسفیان بن العلاء، اسماء ھما کناھما. دونوں بھائیوں کی کنیت ہی نام ہیں۔

③ ......ابوقرۃ الکندی اولُ قاضٍ قضی بالکوفۃ، اسمہ کنیتہ، ابوقرہ کوفہ کا پہلا قاضی، نام ہی کنیت سے معروف ہے۔

④ ......ابوھُبیرہ بن الحارث من الانصار، اسمہ کنیتہ۔

⑤ ......ابوبکر بن عبدالرحمن بن الحارث بن ھشام المخزومی، اسمہ کنیتہ۔ اسے راھب قریش کہا جاتا تھا۔ درویش قریش۔

⑥ ......ابوبکر بن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ، اسمہ کنیتہ۔ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ابوموسی الاشعری نے، اپنے بیٹے کا نام ہی ابوبکر رکھا۔

---

(1) معجم اصطلاحات حدیث، صفحہ: 281

﴿۷﴾...... ابو رمیۃ وابوالحضرمی من تیم الرباب، ان دونوں کی کنیتیں، ان کے نام تھے۔ ①

علامہ الماوردی رحمہ اللہ:

ابوالحسن الماوردی رحمہ اللہ نے اپنی معروف کتاب میں ایک شعر نقل کیا ہے، فضیلت علم کے تحت:

مَنْ عَلَّمَ النَّاسَ كَانَ خَيْرَ اَبٍ

ذَاكَ اَبُو الرُّوْحِ لَا اَبُو النُّطَفِ

''جس نے لوگوں کو تعلیم دی، وہ بہترین باپ ہے۔ وہ روحانی باپ ہے نہ کہ نسلی باپ۔'' ②

اس شعر میں، عربی شاعر نے، معلم اور استاد کو ''ابوالروح'' کہا ہے۔ روح کا باپ۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ﴾ ③

اور اس میں (آدم علیہ السلام میں) اپنی روح سے کچھ پھونک دوں۔ یعنی روح کا تعلق اللہ سے ہے۔ معلم، اس روح کا باپ کیسے ہوسکتا ہے؟ اس شعر سے صاف پتہ چلتا ہے کہ معلم، حقیقی طور پر روح کا باپ نہیں ہے، بلکہ یہاں مجازاً ''ابوالروح'' استاد ہے۔

کنیت کی مثالیں:

اَبُوْ عُذْرِهَا: هُوَ الَّذِي افْتَضَّ عُذْرَتَهَا يَعْنِي بَعْلَهَا

وہ شخص جو پردہ بکارت کو پھاڑے، یعنی شوہر۔

هُوَ اَبُوْعُذْرِ هٰذَا الْكَلَامِ

وہ اس کلام کا پہلا شخص ہے جس نے یہ بات کی ہے۔ ④

① المعارف لابن قتیبہ، صفحہ:259

② ادب الدنیا والدین، صفحہ:77

③ سورۃ الحجر:28

④ المنجد مترجم

أَبُو الرِّجَالِ: یہ محمد بن عبدالرحمن المزنی کا لقب مشہور ہو گیا کہ وہ دس مذکر بچوں کا باپ تھا۔ (۱)

أَبُو اَیوب:	اونٹ: ایک عظیم صحابی کا نام بھی ہے۔
أَبُو الْاَضْیَاف:	میزبان: مہمان نوازی کرنے والا۔ نیز اَبُوْ مَثْوىٰ
أَبُوْ جَامِع:	دسترخوان: کہ کھانے والوں کو جمع کر لیتا ہے۔
أَبُوا الْحُصَیْن:	لومڑی
أَبُوْ خَالِد:	کُتا
أَبُوْ رَزِیْن:	ایک قسم کا حلوا
أَبُوْ زَاجِر:	کوّا
أَبُوْ زُهْرَة:	گیدڑ
أَبُوْ سُلَیْمَان:	مرغ، نیز اَبُوْ الْیَقْظَان، اَبُوْالْمُنْذِر، Cock
أَبُوالْعَلَاءِ:	فالودہ، ابوالعلاء معری (المتوفی 1057ء، جس نے قرآن کے جواب "الفصول والغایات" کے عنوان سے لکھا تھا)۔ (۲)
أَبُوْ عَوْن:	نمک، اَبُوصَابِر Salt
أَبُوْ مَالِك:	بھوک، بڑھاپا
أَبُوْ مُرَّة:	شیطان
أَبُوْ مَرْیَم:	قاضی کا پیادہ
أَبُوْ مَشْغُوْل:	نرچیونٹی
أَبُوْمُعَاوِیه:	چیتا
أَبُوْ نَعِیْم:	روٹی، اَبُوْ جَابِر، Bread

(۱) اَلْمُقْتَنٰی، ذہبی، جلد اوّل، صفحہ: 266

(۲) رمز اغیانی ڈاکٹر غلام جیلانی برق، صفحہ: 152

اَبُوْ یَحْیٰی: موت کا فرشتہ، ملک الموت

اَبُوْ کَاسِب: بھیڑیا، Wolf

اَبُو الْاَشْبَال: شیر Lion اَبُو الْحَارِث ①

اَبُو الْاَذَان: حافظ ابوبکر رحمہ اللہ عمر بن ابراہیم، لُقِّبَ بِذٰلِكَ لِكِبَرِ اُذَانِهٖ، ان کے کان بڑے تھے تو یہ لقب مشہور ہوا۔

اٰبِی اللَّحْم: جاہلی زمانے میں، بتوں کے نام پر ذبیحہ کھانے سے انکاری ہوا کرتے تھے۔ ②
بعض لوگ ابی اللحم کو بغیر الف ممدودہ کے سمجھ کر، ابی اللحم کو ابواللحم کے ہم معنی پڑھتے ہیں، جو کہ بالکل غلط ہے۔ الف کے اوپر مد ہے۔ اَبٰی یَأبٰی اِبَاءً وابَاءَۃً فھو اٰبٍ. ③
آب اسم فاعل ہے۔ ابی اللحم کا معنی گوشت کا انکار کرنے والا، علامہ ابن الجوزی نے لکھا ہے کہ اس شخص کا نام عبداللہ بن عبدالملک تھا، یہ بھی بتایا کہ حویرث ابوعبداللہ نام تھا۔ ④
یہ شخص حلال گوشت کا منکر نہیں تھا جیسا کہ ابوالعلاء معری کے بارے میں علامہ اقبال رحمہ اللہ نے لکھا:

کہتے ہیں کہ کبھی گوشت نہ کھاتا تھا معری
پھل پھول پہ کرتا تھا ہمیشہ گزر اوقات ⑤

”یہ معری کوئی ولی اللہ نہیں تھا بلکہ بگڑا ہوا عالم تھا، اس کا اپنا ایک شعر ہے۔“

هٰذَا جَنَاهُ اَبِیْ عَلَیَّ
وَمَا جَنَیْتُ عَلٰی اَحَدٍ ⑥

---

① مصباح اللغات، المنجد مترجم المورد
② مصباح اللغات، المنجد مترجم المورد، صفحہ:44، کشف النقاب لابن الجوزی، جلد اوّل، صفحہ:74
③ المنجد عربی
④ کشف النقاب، جلد اوّل، ص:44
⑤ بال جبریل ص:133
⑥ شرح بال جبریل، ص:702

"میرے اوپر میرے باپ کا گناہ ہے، میں نے تو کسی پر زیادتی نہیں کی۔"

یہ شادی سے متنفر، مجرد رہا۔ اس لیے باپ کو قصوروار ٹھہرا رہا ہے کہ میرا وجود میرے باپ کے قصور سے ہوا۔ ویسے معری اپنے وقت کا بہت بڑا ادیب، لغوی، نحوی، شاعر، فلسفی، طنز نگار، معلم اخلاق، قنوطی، لاادری، زاہد خشک، تارکِ دنیا اور تارک حیوانات گزرا ہے۔ (۱)

نام اور کنیت کی حیثیت:

✿...... ابوالفرج اصفہانی نے لکھا:

وَلَيْسَ كُلُّ مَنْ كُنِيَ أَبَا بَكْرٍ هُوَ الصِّدِّيْقُ، وَلَا مَنْ سُمِّيَ عُمَرَ هُوَ الْفَارُوْقُ ، وَإِنَّمَا الْأَسْمَاءُ عَلَامَاتٌ وَدَلَا لَا تٌ لَا تُوْجِبُ نَسَبًا وَلَا تَدْفَعُهُ. (۲)

"نہ تو کوئی صدیق ہو سکتا ہے، ابوبکر کنیت رکھ کر۔ نہ ہی کوئی فاروق ہو سکتا ہے، عمر نام رکھ کر۔ نام تو صرف شناخت ہوتی ہے جو کہ کسی کے حسب ونسب کو نہ لازم کرتی ہے، نہ اس کا دفاع کرتی ہے۔"

✿...... کسی عربی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

مَا عَاشَ مَنْ عَاشَ مَذْمُوْمًا خَصَائِلُهُ
وَلَمْ يَمُتْ مَنْ يَّكُنْ بِالْخَيْرِ مَذْكُوْرًا

"بری حرکتوں سے زندگی کوئی زندگی ہے بلکہ جس کا ذکر خیر مرنے کے بعد جاری رہے وہ حقیقت میں زندہ ہے، برے کام کرنے والا، اپنی زندگی میں ہی مردہ ہوتا ہے۔"

---

(۱) شرح بال جبریل، ص: 702

(۲) کتاب الاغانی جلد 6، ص: 224

سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ

ہمارے لیے شاید یہ لطیفہ ہی معلوم ہو۔ جب ہم بچپن میں، دینی مدرسہ میں پڑھتے تھے، تو اُڑتی سی یہ خبر بھی سنی تھی کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کنیت کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے اپنی کنواری بیٹی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں دی تھی۔ جبکہ باقی ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کنواری نہیں تھیں۔ یہ بات تھوڑی سی عقل کو اپیل کرتی ہے کہ واقعی عربی زبان میں بکر کا معنی، عَذْرَاءُ (Virgin) کنواری لڑکی بھی ہے۔ لیکن یہ باء (کسرہ) زیر کے ساتھ ہے۔ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے لکھا: یہ شرارہ مستشرقین اور عیسائی لوگوں نے چھوڑا، جس کی تقلید مسٹر امیر علی جیسے بھی کر بیٹھے۔ (1)

لیکن حقیقت یہ نہیں ہے:

1 ...... بِکْرٌ: بائے مکسورہ سے، معنی کنواری ہے۔ بَکْرٌ بائے مفتوحہ سے، معنی جَمَلٌ صَغِیْرٌ (Young Camel) چھوٹا اونٹ ہے۔

2 ...... سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پیدائش بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچویں سال ہوئی تھی۔ (2)

3 ...... ہجرت مدینہ سے تین سال پہلے، ان کا نکاح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔ جبکہ ان کی عمر قریباً ساڑھے چھ برس تھی۔ یعنی بعثت کے دس سال بعد۔ گیارھواں سال جاری تھا۔ رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ مدینہ شریف پہنچ کر، مزید تین سال بعد، رخصتی ہوئی تھی۔ (3)

4 ...... بعثت کے پانچویں اور چھٹے سال، ہجرت حبشہ کے لیے، ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی نکلے۔ راستے

(1) سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا، صفحہ: 20

(2) سیرۃ عائشہ رضی اللہ عنہا صفحہ: 17، سید سلیمان ندوی

(3) سیرۃ عائشہ رضی اللہ عنہا صفحہ: 17، سید سلیمان ندوی

میں اِبْنُ الدَّغِنَه قبیلہ قارہ کا سردار ملا۔ فَقَالَ : اَیْنَ تُرِیْدُ یَا اَبَا بَکْرٍ؟ اے ابوبکر! کدھر جارہے ہو؟

انہوں نے کہا: میری قوم مجھ کو اپنے وطن میں آرام سے نہیں رہنے دیتی۔ مکہ کی سرزمین اپنی فراخی کے باوجود مجھ پر تنگ کردی گئی ہے۔ چاہتا ہوں کہ کہیں تنہائی میں مشغولِ عبادت رہوں۔

اِبْنُ الدَّغِنَه نے کہا:

فَإِنَّ مِثْلَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ لَا يَخْرُجُ، وَلَا يُخْرَجُ، إِنَّكَ تَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِيْنُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ، فَأَنَا لَكَ جَارٌ، اِرْجِعْ وَاعْبُدْ رَبَّكَ بِبَلَدِكَ.

''اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! تیرے جیسا مثالی آدمی ، نہ خود نکلا کرتا ہے، نہ اسے نکالنا چاہیے۔ تم غریبوں کو کما کر دیتے ہو، رشتہ داروں کا پورا خیال رکھتے ہو، مصیبت زدہ لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہو، مہمانوں کی خاطر تواضع کرتے ہو، یتیموں اور بیواؤں کی دستگیری کرتے ہو، تم واپس چلو، میں تمہیں اپنی حمایت اور پناہ کی ضمانت دیتا ہوں۔ اپنے ہی شہر میں، اپنے ربّ کی عبادت کرو۔''

پھر وہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لے کر، ساتھ ہی مکہ شہر آیا اور اعلان کیا کہ میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پناہ دے دی ہے۔ اب اسے کوئی نہ ستائے۔ پھر سردارانِ قریش سے ملا اور انہیں کہا: افسوس ہے تم پر! تم اتنے اچھے آدمی کو ترکِ وطن پر مجبور کر رہے ہو جو غریبوں، یتیموں اور بیواؤں کا سہارا بنتا ہے۔ سب قریشی سرداروں نے کہا:

مُرْ أَبَا بَكْرٍ فَلْيَعْبُدْ رَبَّهُ فِيْ دَارِهِ.

ٹھیک ہے، بس ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہہ دو، کہ اپنے گھر کے اندر اندر، اپنے ربّ کی عبادت کرے۔ ہمیں پریشان نہ کرے یعنی علانیہ عبادت نہ کرے۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کچھ دن یونہی گزارے۔ پھر گھر کے صحن میں مسجد بنالی۔ نماز انتہائی خشوع وخضوع سے پڑھتے۔ نماز میں جو قرآن کی تلاوت کرتے، اس میں اتنا سوز وگداز ہوتا کہ

مشرکین کی خواتین اور لڑکے، اس تلاوت کو رک رک کر سنتے اور متاثر ہوتے۔

وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ رَجُلًا بَكَّاءً لَا يَمْلِكُ عَيْنَهُ، اِذَا قَرَأَ الْقُرْاٰنَ.

دورانِ تلاوت ابوبکر رضی اللہ عنہ بہت روتے، گویا سننے والوں کے دل موم ہو رہے ہوتے تھے۔ مشرک اشرافیہ کو پھر گھبراہٹ ہوئی، کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی گریہ وبکا، اپنے ربّ کے سامنے، ہمارے بچوں اور خواتین کے دلوں پر چوٹ نہ کر جائے۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ضامن اور پناہ دہندہ کو بلا بھیجا۔ وہ ابن الدغنہ آیا تو اسے شکایت کی کہ دیکھو! اس نے گھر میں مسجد بنا کے، بلند آواز سے نماز اور تلاوت شروع کر دی ہے۔ ہم اس سے اپنے بچوں اور خواتین کے بارے میں فکر مند ہیں۔ اسے منع کر دیں۔ اگر باز آئے تو ٹھیک، ورنہ آپ اپنی ضمانت ختم کر دیں۔ ضامن ابی بکر ابن الدغنہ، ابوبکر کے پاس آ کے کہتا ہے: آپ کو معلوم ہے کہ میں نے آپ کی کس بات پر ضمانت دی تھی۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

فَاِنِّیْ اَرُدُّ اِلَيْكَ جِوَارَكَ، وَاَرْضٰی بِجِوَارِ اللهِ عزوجل.

میں آپ کی ضمانت و پناہ کو واپس کرتا ہوں اور اللہ عزوجل کی پناہ میں راضی اور خوش ہوں، اللہ تعالیٰ کا سہارا میرے لیے کافی ہے۔ [1]

دورانِ تلاوتِ قرآن کریم، رونا:

الشیخ صلابی لکھتے ہیں:

ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دل بہت نرم تھا اور یقین و ایمان سے لبریز تھا۔ وقت تلاوت ان کا دل اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوتا تھا، ایک ایک آیت کا مفہوم سمجھ سمجھ کر پڑھتے تھے اور روتے جاتے تھے۔ آیاتِ الٰہی کی قوت تاثیر، ان کی آنکھوں کو رواں کر دیتی تھی۔ جن آیات میں منکرین کو سزائیں سنائی گئیں، ان پر شدید غم طاری ہو جاتا۔ جن آیات میں فرمانبرداروں کو، انعامات کی خوشخبریاں دی جاتیں۔ ان آیات پر ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو ٹپک جاتے۔

[1] فتح الباری بحوالہ دکتور الصلابی

ہر مومن کی یہی کیفیت ہونی چاہیے۔ صراطِ مستقیم پر چلنے اور راہِ حق میں استقامت نصیب ہونے پر، دل شاداں وفرحان ہو۔ راہِ حق سے بھٹکنے پر، دل لرزاں وترساں ہو۔ جیسا کہ صاحب احساس اور فکر زندہ سے معمور، ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ انہیں یہ قرآن، حیاتِ اُخروی کی یاد دلاتا تھا، کہ وہاں حساب کیسے دینا ہے۔ کیا جزا وسزا ملے گی۔ یہی شعور واحساس، ان کے جسم کو کپکپا دیتا اور آنکھوں کو پرنم کر دیتا تھا۔ مشرکین مکہ، ابوبکر رضی اللہ عنہ کی انہی کیفیات سے خوفزدہ تھے، کہ یہ چاہے ہمارے جوانوں اور خواتین کو، کوئی زبانی دعوت نہ دیں، ان کا اپنے ربّ کے سامنے دردمندانہ اور عاجزانہ رونا ہی ان کے دلوں کو لوٹ کر لے جائے گا۔

ہمارا نکتہ دقیق:

اس واقعہ میں داعیانِ حق کے لیے، کتنے ہی خوبصورت سبق ہیں، اللہ کرے کہ سمجھا کرے کوئی باقی ہم یہ ثابت کر رہے تھے کہ ''کنیت ابوبکر'' کنواری بیٹی کی وجہ سے نہیں تھی۔ یہ ابن الدغنہ کا واقعہ قریباً اُس سال پیش آیا تھا، جس سال سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پیدائش بھی نہیں ہوئی تھی۔ اگر پیدا بھی ہوئی ہوں، تب بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کے وہم وگمان میں نہ تھا کہ یہ نومولود بچی، میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں دوں گا۔ ایسے حالات میں، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو، ابن الدغنہ بھی بار بار ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نام سے پکارتا رہا ہے، اور مشرکین مکہ بھی انہیں ابوبکر رضی اللہ عنہ کہہ کر ہی پکارتے رہے۔ اسی لیے ہم نے وہ جملے، عربی زبان میں نقل کیے، جن میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ''ابوبکر'' نام سے موسوم کیا گیا۔

بلکہ وہ اس سے بھی پہلے ''ابوبکر'' مشہور تھے:

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے یہ واقعہ لکھا ہے:

جب اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعداد اڑتیس (38) ہوگئی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دردمندانہ التجا کی، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم! کب تک چھپ چھپ کر دین کی دعوت چلے گی۔ ہمیں اب کھل کر، سرِ عام دعوتِ حق پیش کرنی چاہیے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا اَبَا بَكْرٍ! اِنَّا قَلِيْلٌ. اے ابوبکر! ہم ابھی تعداد میں تھوڑے ہیں۔
لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ مسلسل التجا کرتے رہے۔

بالآخر ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم، اپنے ان تھوڑے سے پیروکاروں کو لے کر، دارِ ارقم سے حرم کعبہ میں جا نکلے۔ ہر صحابی اپنے اپنے قبیلے کے لوگوں میں جا بیٹھا۔ وَقَامَ اَبُوْبَكْرٍ فِي النَّاسِ خَطِيْبًا وَرَسُوْلُ اللهِ جَالِسٌ. ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کے درمیان میں، بطور خطیب کھڑے ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ فَكَانَ اَوَّلَ خَطِيْبٍ دَعَا اِلَى اللهِ تَعَالٰى وَاِلٰى رَسُوْلِهٖ. اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف، کھل کر دعوت دینے والے، پہلے خطیب اسلام ثابت ہوئے۔ ①

مشرکین دعوتِ حق سنتے ہی بھڑک اٹھے، ابوبکر رضی اللہ عنہ پر اور دیگر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ حرم شریف میں انہیں بہت زیادہ مارا پیٹا۔ عتبہ خبیث نے اپنی لکڑی کی چپل، ابوبکر رضی اللہ عنہ کے چہرے پر مار مار کر لہولہان کر دیا۔ چہرہ اتنا سوج گیا کہ ناک بھی نظر نہ آتی تھی۔ انہیں زمین پر گرا کر، ان کے پیٹ پر چڑھ کر ناچتا رہا۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قبیلہ، بنوتیم کے لوگ آئے۔ بے ہوشی کے عالم میں، نیم مردہ حالت میں، ان کے گھر چھوڑ گئے۔ گھر والے انہیں بلانے کی کوشش کرتے رہے۔ شام کے قریب کچھ ہوش آیا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زبان سے پہلا جملہ یہ نکلا: مَا فُعِلَ رَسُوْلُ اللهِ؟ اماں جان؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ والدہ نے کہا: مجھے خبر نہیں ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نیم مدہوشی میں کہا: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بہن ام جمیل کو بلواؤ۔

---

① اس بات کو علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے یوں نظم کیا ہے:

آں اَمَنَّ النَّاس بر مولائے ما　　آں کلیم اول سینائے ما

ہمتِ اُو کشتِ ملت را چو اَبر　ثانی اسلام و غار و بدر و قبر [رموزِ بے خودی، کلیات فارسی صفحہ: 156]

"وہ (ابوبکر رضی اللہ عنہ) ہمارے مولا و آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر، سب سے بڑھ کر احسان کرنے والے ہیں۔ ہمارے طورِ سینا کے پہلے کلیم یعنی خطیب ہیں۔ ان کی ہمت نے ہماری ملت کی کھیتی کو، ابر کرم کی طرح سیراب کیا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہے، غارِ ثور میں بھی، غزوہ بدر میں بھی، اور قبر شریف میں بھی ساتھ ہی آرام فرما ہیں۔

اس نے جب آ کے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو زخموں سے چور چور دیکھا تو چیخ اٹھی:

اُف توبہ! ان کافروں اور فاسقوں نے، آپ کا یہ حشر کر دیا ہے۔ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کی طرف سے، ان سے ضرور انتقام لے گا۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ ام جمیل سے بھی وہی سوال کرتے ہیں۔ مَا فُعِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟

وہ کہتی ہے: آپ کی والدہ سن رہی ہے۔ (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئی تھی)۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میری والدہ کی فکر نہ کرو، تو ام جمیل نے بتایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم بالکل خیریت سے ہیں۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پھر پوچھا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کہاں ہیں؟

ام جمیل نے بتایا: دارِارقم میں۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: خدارا میں تو اس وقت تک کچھ بھی نہ کھاؤں گا، نہ پیوں گا، جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کر لوں۔ ام جمیل نے کہا: اچھا صبر کریں۔ ذرا اندھیرا چھا جائے۔ لوگ اپنے گھروں میں جا ٹھہریں، تو ہم آپ کو لے چلتی ہیں۔ جب شہر میں سکون ہوا۔ تو رات کے اندھیرے میں، ابو بکر رضی اللہ عنہ کی والدہ ام الخیر (جو ابھی غیر مسلم تھی) اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بہن ام جمیل، دونوں خواتین نے کمال ہمت و جرأت سے، ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھوں کا سہارا دیتے ہوئے، بمشکل انہیں دارارقم میں پہنچا دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر رضی اللہ عنہ کی حالت غیر دیکھ کر، ان کے اوپر جھک گئے، اور انہیں چوم لیا۔ دیگر وہاں موجود مسلمان بھی ابو بکر رضی اللہ عنہ سے لپٹ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو بکر رضی اللہ عنہ کی کیفیت دیکھ کر، بہت زیادہ ترس آیا، مگر ابو بکر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر، اتنا حوصلہ مند ہوئے، کہنے لگے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان! میری فکر نہ کریں، مجھے بس چہرے پر ذرا تکلیف ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم! یہ میری مہربان ماں حاضر ہے، جو اپنے بیٹے کو آپ کے پاس لائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی بابرکت ہے، اسے اللہ کی طرف دعوت دیں، نیز اس کے لیے دعا فرما دیں ممکن ہے اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی آگ سے بچا لے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دعوت و دعا دی

تو وہ بھی مسلمان ہوگئی۔ ①

یہ واقعہ ولادتِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پہلے کا ہے:

داعیانِ اسلام کے لیے جو جو نکات اس واقعہ سے، راہنمائی دینے والے ہیں، وہ خود اخذ کرتے جائیں۔ ہمارا نکتہ وہی ہے کہ ولادتِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پہلے ہی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو فرمارہے ہیں۔

یَا اَبَا بَکْرٍ! اِنَّا قَلِیْلٌ . اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! ہم ابھی تھوڑے ہیں۔

اس سے یہی ثابت ہورہا ہے کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کنیت، کنواری بیٹی کی وجہ سے نہیں پڑی۔ بلکہ وہ پہلے سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کہلاتے چلے آرہے تھے۔

ابوبکر کنیت کی تلاش:

میں نے اپنی امکانی حد تک، اسماء الرجال اور دیگر کتب سیر دیکھ لی ہیں:

① الاستیعاب ② الاصابۃ ③ اکمال تہذیب الکمال
④ اسد الغابۃ ⑤ تہذیب التہذیب ⑥ تقریب التہذیب
⑦ المؤتلف والمختلف ⑧ مروج الذہب ⑨ کتاب الثقات
⑩ شذرات الذہب ⑪ الکامل فی التاریخ ⑫ الطبری
⑬ المعارف لابن قتیبہ ⑭ سیر اعلام النبلاء ⑮ صفۃ الصفوۃ
⑯ حتی کہ ابوالفرج اصفہانی کی کتاب الاغانی بھی چھان ماری، کسی نے ابوبکر کنیت کی وجہ نہیں لکھی۔

طالب ہاشمی رحمہ اللہ:

طالب ہاشمی رحمہ اللہ نے ''سیرۃ خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم'' اُردو زبان میں اچھی لکھی، بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سوانح پر موصوف کا کام بہت جامع ہے۔ خصوصاً اُردو دان طبقہ کے لیے۔ تو اس کتاب میں بحوالہ علامہ زمخشری یہ لکھا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اچھے کاموں اور پاکیزہ خصلتوں میں

① البدایۃ والنھایۃ

ابتکار (پیش پیش) رہنے کی وجہ سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کہا جاتا تھا۔ ان کے کسی بیٹے کا نام "بکر" نہیں تھا۔ زمانہ جاہلیت ہی میں وہ "ابوبکر" کے نام سے مشہور ہو گئے تھے۔ یہ کنیت اتنی مشہور ہو گئی کہ اصل نام لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ ①

دکتور علی محمد محمد الصلابی:

انہوں نے عربی زبان میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر اچھی کتاب لکھی ہے۔ ابوبکر کنیت پر لکھتے ہیں:

وَيُكْنٰى بِاَبِيْ بَكْرٍ، وَهِيَ مِنَ الْبَكْرِ، وَهُوَ الْفَتٰى مِنَ الْاِبِلِ.

"ان کی کنیت ابوبکر تھی۔ اور بکر جوان اونٹ کو کہتے ہیں۔" ②

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے تین بیٹے:

① سب سے بڑے بیٹے عبدالرحمٰن تھے۔

② دوسرے بیٹے عبداللہ تھے۔ ③ تیسرے محمد تھے۔

اور تین ہی بیٹیاں تھیں: ① اسماء ② عائشہ ③ ام کلثوم ③

بشیر ساجد:

موصوف نے "عشرہ مبشرہ" اردو زبان میں اچھی وقیع کتاب لکھی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے: ابوبکر رضی اللہ عنہ جوان ہوئے تو آپ کی کنیت ابوبکر پڑ گئی۔ بکر جوان اونٹ کو کہتے ہیں، چونکہ آپ کو اونٹوں کی پرورش، اور غور و پرداخت میں بہت دلچسپی تھی۔ اس لیے لوگوں نے ابوبکر (اونٹ کا باپ، یا اونٹوں کا ماہر، یا اونٹوں سے زیادہ شغف رکھنے والا) کہنا شروع کر دیا۔

بعض مؤرخین نے لکھا ہے "اِنَّهٗ بَكَّرَ اِلَى الْاِسْلَامِ قَبْلُ" کہ انہوں نے دوسروں سے پہلے، اسلام لانے میں پیش قدمی کی۔

علامہ زمخشری کا قول بھی نقل کیا ہے پاکیزہ خصلتوں میں (ابتکار، پیش پیش) ہونے کی وجہ۔

① سیرۃ خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ:32

② سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، صفحہ:15

③ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، صفحہ:21، 22

یہی بات محمد رضا رحمہ اللہ مصری نے لکھی: کُنِیَ بِاَبِیْ بَکْرٍ، لِابْتِکَارِہٖ الْخِصَالِ الْحَمِیْدَۃِ، قابل تعریف کاموں میں پہل کرنے کی وجہ سے، ابوبکر کنیت پڑ گئی۔ ①

ان سب توجیہات کا ماحصل:

①......صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا کوئی بیٹا بکر نہ تھا۔ جس کی وجہ سے ابوبکر کہلائے۔ دستورِ عرب کے مطابق اگر کنیت رکھتے تو ابوعبدالرحمن رکھتے۔ بڑے بیٹے کی نسبت سے۔

②......کنواری بیٹی نکاح پیغمبر ﷺ میں دینے کی وجہ، ویسے ہی عقل کے خلاف، بلکہ دستور عرب کے بھی خلاف ہے۔ ان باتوں سے یہ چیز کھل کر سامنے آئی کہ اَبُوْ کا لفظ، ہر نام کے شروع میں لگانے سے، معنی باپ ہی نہیں ہوگا بلکہ صاحب یا والا بھی ہوگا۔

امام ابوعلی القالی، المتوفی 356ھ:

امام القالی، لغت وادب کے بہت بڑے امام گزرے ہیں، جنہیں علمی شہرت کی وجہ سے، خلیفہ عبدالرحمن الناصر نے، بغداد سے اندلس بلالیا تھا۔ امام موصوف کی، اس فن پر کتاب الامالی ہے اور تیسری جلد ذیل الامالی ہے اس جلد میں لفظ "بَکْرٌ" پر ایک شعر درج کیا ہے:

وَبَعِیْرُ ہُمْ سَاجٍ بِجِرَّتِہٖ
لَمْ یُؤْذِہٖ غَرْبٌ وَلَا نَفَر
فَاِذَا تَجَرَّ رَشْقَ بَازِلُہٗ
وَاِذَا اَصَاخَ فَاِنَّہٗ بَکْر

"ان کا اونٹ اپنی جگالی کرتے وقت، اتنا سکون سے مصروف ہے کہ اسے کسی کے حملے اور ڈاکے کا خطرہ نہیں ہے وہ جب پانی اپنے حلق میں ڈال کر، غٹ غٹ کرتا ہے تو اس کی کچلی (دانت) نظر آنے لگتی ہے، جب غور سے سنتا ہے تو جوان اونٹ دکھائی دیتا ہے۔" ②

① الخلفاء الراشدون صفحہ: 13
② ذیل الامالی والنوادر جلد سوم صفحہ: 164

تشریح:

امام القالی اس شعر کا مفہوم یہ بتاتے ہیں کہ وہ لوگ زندگی کی خوشحالی و آسودگی اور فراخی میں، پُرامن اور عزت سے رہ رہے ہیں اور ان کے مویشی چراگاہوں میں، بے خوف چرتے پھرتے ہیں ویقول: وَجْهَهُ لِطَرًا وَتِهِ وَجْهُ بَكْرٍ. یعنی اس اونٹ کا چہرہ، تروتازگی کی وجہ سے، بَکْر (جوان اونٹ) کا چہرہ محسوس ہوتا ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ایک فصل لکھی:

فِيْ تَسْمِيَةِ مَنِ اشْتُهِرَ بِالْكُنْيَةِ.

فصل ان لوگوں کے بارے میں، جو اپنی کنیت کی وجہ سے مشہور ہوئے۔ اس فصل میں کنیت والے ناموں کا ذکر کرتے کرتے، وہ نام بھی ذکر کر گئے ہیں۔ جن کی کنیت ہی، ان کا نام تھا۔

[1] ......سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پوتے سالم نے، اپنے بیٹے کا نام ہی ابوبکر رکھا۔

حافظ صاحب لکھتے ہیں: اِسْمُهُ كُنْيَتُهُ، اس کی کنیت ہی، اس کا نام تھا۔ یہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا پڑپوتا تھا۔

[2] ......سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دوسرے پوتے عبدالرحمن نے بیٹے کا نام، اپنے دادا کے نام پر عمر رکھا۔ پھر اسی عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے نے، اپنے بیٹے کا نام ابوبکر رکھا۔

[3] ......صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم عمرو بن حزم الانصاری کے بیٹے محمد نے، آگے اپنے بیٹے کا نام ابوبکر رکھا۔ (1)

نامِ ابوبکر:

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی کنیت تو ان کی نیکیوں میں سبقت کی وجہ سے ہوئی تھی، لیکن بعد کے نیک لوگوں نے، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عظیم الشان شخصیت سے متاثر ہو کر، بیٹوں کے نام ہی ابوبکر رکھے۔ تاریخ اسلام میں ابوبکر نام کی بہت طویل فہرست ہے۔ جس کے ذکر کرنے کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔

(1) مقدمہ فتح الباری، صفحہ: 374،377

میں نے بھی

اسی طرح میں نے بھی اپنے ایک بیٹے کا نام، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی عظیم الشان شخصیت سے متاثر ہوکر، ابن تیمیہ رحمہ اللہ رکھا۔ یہ 1982ء کی بات ہے۔ اس وقت بھی کچھ عربی مدارس کے فارغ لوگ تعجب کرتے تھے کہ معنوی لحاظ سے درست نہیں ہے۔ یعنی سبب علمیت کی طرف سے دھیان نہیں کرتے کہ ایک مشہور و معروف شخصیت کے نام پر جو کنیت تھی۔ وہ آگے نام رکھنے والوں کے لیے، بوجہ کنیت نہیں، بلکہ بوجہ علمیت ہے۔ جو کنیت بطور نام ہی مشہور ہوگئی۔ وہی وجہ تسمیہ بنتی جاتی ہے۔ کوئی بچے کا نام ابوبکر رکھے، ابوتراب رکھے، ابوہریرہ رکھے، سب جائز ہے۔

ابو العیال (عمر فاروق رضی اللہ عنہ)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا:

واذا غبتم فی البعوث، فانا ابو العیال حتی ترجعوا إلیهم. (۱)

''جب تم جہاد کے محاذوں پر جاؤ، تو تمہاری غیر حاضری میں، میں تمہارے گھرانوں کا رکھوالا ہوں، جب تک کہ تم اپنے اہل وعیال میں واپس نہ آ جاؤ۔''

اَلْعِیَالُ: اَھْلُ بَیْتِ الرَّجُلِ الَّذِیْنَ یَکْفُلُھُمْ.

عیال ان افرادِ خانہ کو کہتے ہیں، جن کی کفالت آدمی کرتا ہے۔

مُفْرَدُہٗ: عَیِّلٌ. عیال کا واحد عَیِّلٌ ہے۔ (۲)

عِیال کو انگلش میں: Family, Dependents کہتے ہیں۔ (۳)

عیال: اردو زبان میں کافی مستعمل لفظ ہے۔ اہل وعیال، عیال دار، عیال داری میں پھنسنا

عیال کا معنی: زن وفرزند، بال بچے، متعلقین۔ (۴)

جتنا ''عیال'' لفظ، اردو زبان میں مشہور ومعروف ہے۔ اتنا ہی ''عَیِّلٌ'' اس کا واحد غیر معروف ہے۔

فارسی زبان میں:

عِیال: بکسر اول، بمعنی زن وفرزند، ودیگر توابع بفتح خطاست۔ (۵)

---

(۱) کتاب الموافقہ، رازی صفحہ:82

(۲) المعجم الوجیز صفحہ:443

(۳) المورد عربی انگلش

(۴) فیروز اللغات اردو

(۵) غیاث اللغات صفحہ:479

اردو دان اکثر، عیال کے ع پر (فتح) زبر بولتے ہیں، حالانکہ عربی اور فارسی زبان میں ع پر (کسرہ) زیر ہے۔

علامہ دمیری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے روایت ہے:

کان عمر رضی اللہ عنہ ابا العیال حتی کان یمشی الی المغیبات:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ابوالعیال (مجاہدین کے خاندانوں کے سرپرست) تھے۔ حتی کہ ان خواتین کے دروازوں پر جاتے، جن کے شوہر جہاد کے محاذوں پر، شریکِ جہاد ہوتے تھے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ان مستورات سے پوچھتے تھے، کیا تمہیں بازار سے ضرورت کی کوئی چیزیں درکار ہیں؟ جو میں خرید کروادوں، تاکہ خرید وفروخت میں تمہیں دھوکہ نہ دیا جاسکے، پھر وہ خواتین اپنی چھوٹی بچیوں کو، ان کے ساتھ روانہ کردیتیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جب بازار میں داخل ہوتے، تو ان کے پیچھے پیچھے بے شمار بچے بچیاں، خوشی خوشی جارہے ہوتے۔ ہر بچے کی ضرورت کی اشیاء (جو ان کی ماؤں نے بتائی ہوتیں) لے کر دیتے۔ جس بچے کے پاس پیسے نہ ہوتے، اسے اپنی جیب سے لے کر دیتے۔ [1]

یہاں ابوالعیال سے مراد، خاندان کے حقیقی والد نہیں ہیں بلکہ مجازی طور پر، عمر رضی اللہ عنہ ابوالعیال قرار پائے۔

[1] حیاۃ الحیوان جلد اوّل، صفحہ: 72

ابوتراب

(الف) امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح، کتاب الصلوٰۃ، "باب نوم الرجال فی المسجد" میں یہ حدیث لائے ہیں۔

عن سهل بن سعد قال : جاء رسول الله ﷺ بيت فاطمة. یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاطمہ کے گھر تشریف لائے، تو گھر میں علی رضی اللہ عنہ نہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: بیٹی! آپ کے چچیرے کہاں ہیں؟ (سیدنا علی رضی اللہ عنہ)۔

فاطمہ رضی اللہ عنہا بیٹی نے عرض کی: میرے اور ان کے درمیان کوئی اختلافِ رائے ہوا تھا، ناراض ہو کر نکل گئے ہیں۔ دوپہر کا (قیلولہ) آرام بھی میرے پاس نہیں کیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی سے فرمایا: دیکھو وہ کہاں ہیں؟ پلٹ کر قاصد نے آ بتایا کہ وہ مسجد میں سوئے ہوئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے۔ وہ زمین پر لیٹے ہوئے تھے۔ اوپر والی چادر، بدن سے گری ہوئی تھی اور مٹی جسم سے لگ گئی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے جسم سے مٹی صاف کرتے جاتے تھے اور فرماتے جا رہے تھے:

قُمْ يَا أَبَا تُرَابٍ، قُمْ يَا أَبَا تُرَابٍ ابوتراب اٹھو، ابوتراب اٹھو، (یعنی اے مٹی والے اٹھو)۔

تشریح:

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

فِيهِ التَّكْنِيَةُ بِغَيْرِ الْوَلَدِ، وَتَكْنِيَةُ مَنْ لَهُ كُنْيَةٌ. [1]

اس حدیث شریف سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بغیر بیٹے کے، کنیت درست ہے، نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ جس کی بیٹے والی کنیت پہلے موجود ہو، اسے دوسری کنیت سے پکارا جا سکتا ہے۔

[1] فتح الباری جلد اول، صفحہ 694، حدیث نمبر: 441

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی پہلے سے کنیت، بڑے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، ابوالحسن تھی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹی جسم پر لگ جانے سے، انہیں ابوتراب کنیت سے نوازا۔

(ب) دوسری روایت امام بخاری رحمہ اللہ یہ لائے ہیں:

ایک آدمی نے سہل بن سعد سے آکر کہا: حاکم مدینہ کا فلاں آدمی، منبر شریف کے پاس کھڑا ہوکر، علی رضی اللہ عنہ کو حقارت سے پکار رہا تھا (یعنی اسے ابوتراب، خاک نشین کہتا تھا) سیدنا سہل رضی اللہ عنہ ہنس پڑے اور فرمانے لگے: اللہ کی قسم! یہ نام تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود رکھا تھا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اپنے سب ناموں سے، زیادہ محبوب یہی نام تھا۔ (پھر آگے وہی تفصیل حدیث سنادی)۔ [1]

تشریح:

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے، امام احمد بن حنبل، اسماعیل القاضی، امام نسائی، امام الحاکم کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ:

لَمْ يَرِدْ فِيْ حَقِّ اَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ بِالْاَسَانِيْدِ الْجِيَادِ، اَكْثَرَ مِمَّا جَآءَ فِيْ عَلِيٍّ رضى الله عنه.

جید (صحیح اول جید ہم مرتبہ عندابن حجر رحمہ اللہ) سندوں کے ساتھ، جتنی کثرت سے روایات، فضیلت علی رضی اللہ عنہ میں آئی ہیں، اتنی کسی اور صحابی کے بارے میں نہیں آئیں۔

آگے ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں دو گروہ بن گئے، ایک بدعتی، لیکن یہ چھوٹا گروہ ہے۔ دوسرا گروہ جس نے ان سے لڑائی لڑی۔ ثُمَّ اشْتَدَّ الْخُطَبُ ، فَتُنُقِصُوْهُ، وَاتَّخَذُوْا لَعْنَهٗ عَلَى الْمَنَابِرِ سُنَّةً.

پھر خطبات جمعہ میں شدت آگئی۔ وہ ان کی تنقیص و تحقیر کرتے۔ انہوں نے منبروں پر، ان پر لعنت کرنا، سنت بنالیا۔ آخر پر ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

[1] صحیح بخاری، حدیث: 3703

شہادتِ عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت ، تمام حاضر مہاجر وانصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کی اور آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا بیع نامہ، تمام عالم اسلام کو بھیجا۔

فَاذْعَنُوا كُلُّهُمْ ، اِلَّا مُعَاوِيَةُ فِي اَهْلِ الشَّامِ ، فَكَانَ بَيْنَهُمْ بَعْدُ مَا كَانَ.

تمام گورنروں نے اطاعت قبول کر لی ،سوائے معاویہ رضی اللہ عنہ کے۔ پھر جو ہوا وہ ہوا۔ ①

بلکہ آگے ابن حجر رحمہ اللہ یہ بھی لکھتے ہیں:

بحوالہ مسلم اور ترمذی:

قَالَ مُعَاوِيَةُ لِسَعْدٍ: مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسُبَّ اَبَا تُرَابٍ؟

"سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ابوتراب کو سب وشتم کرنے سے، تجھے کیا چیز مانع ہے؟"

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: تین چیزیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمائی تھیں ۔انہیں یاد رکھتا ہوں فَلَنْ اَسُبَّهٗ، میں انہیں ہرگز برا نہیں کہوں گا۔

ابن حجر رحمہ اللہ مزید مسند ابی یعلی کی روایت تائیداً لائے ہیں کہ سعد نے کہا:

لَوْ وُضِعَ الْمِنْشَارُ عَلٰى مَفْرَقِيْ عَلٰى اَنْ اَسُبَّ عَلِيًّا، مَا سَبَبْتُهٗ.

اگر میرے سر پر آرا رکھ کر کہہ دیا جائے کہ میں علی رضی اللہ عنہ کو گالی دوں، میں پھر بھی انہیں کبھی برا نہ کہوں گا۔ ②

(ج) امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں یہ باب باندھا ہے: كِتَابُ الْاَدَبِ دیکھیں۔

بَابُ التَّكَنِّيْ بِاَبِيْ تُرَابٍ، وَاِنْ كَانَتْ لَهٗ كُنْيَةٌ اُخْرٰى.

خواہ کنیت دوسری موجود ہو، لیکن ابوتراب کنیت رکھنے کا بیان۔

اس بات کے تحت تیسری حدیث بھی ،امام بخاری وہی روایت لائے ہیں۔ آخر پر "قُمْ

① فتح الباری جلد ہفتم، صفحہ: 91، 92، فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ،حدیث: 3703

② فتح الباری جلد ہفتم، صفحہ: 95

یَا اَبَا تُرَاب" کے بجائے "اِجْلِسْ یَا اَبَا تُرَابٍ" اُٹھ بیٹھو ابو تراب ہے۔ (۱)

تشریح:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَوْ عَلٰی جَعْلِ الْکُنْیَۃِ اِسْمًا. یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علی رضی اللہ عنہ کو ابو تراب کہہ کر پکارنا، یہ کنیت کو اسم بنانا ہے۔ فیہ اطلاق الاسم علی الکنیۃ. اس میں کنیت کو مطلقاً اسم کہنا ہے۔

جس نے اسے تنقیص پر محمول کیا، اس کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔ جیسا کہ اھل شام سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی تنقیص کرتے تھے، انہیں "اِبْنُ ذَاتِ النِّطَاقَیْنِ" کہہ کے پکارتے تھے۔ (۲)

"ذَاتِ النِّطَاقَیْن" سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کا لقب تھا، انہوں نے اپنا کمر بند پھاڑ کر اس کے دو ٹکڑے کیے تھے، ایک اپنے استعمال کے لیے، دوسرے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کا زادِ سفر، ہجرت مدینہ کے وقت باندھا تھا۔ یہ لقب ان کے لیے باعث فخر تھا، جسے شامیوں نے وجہ توہین بنا دیا۔ ایک روایت میں ہے یہ لقب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عطا کردہ تھا۔ (۳)

آگے ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: بحوالہ ابن اسحاق:

ابو تراب کنیت، دربارِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پانے کے بعد، سیدنا علی رضی اللہ عنہ جب کبھی، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کسی بات پر ناخوش ہوتے تو اپنے سر پر مٹی ڈال لیتے۔ اور چپ ہو جاتے اس حال میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں دیکھ کر سمجھ جاتے کہ ان کے گھر میں کوئی ناراض ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دریافت فرماتے: مَالَکَ یَا اَبَا تُرَابٍ؟ ابو تراب! کیا ہوا؟ (۴)

(۱) حدیث نمبر: 6204
(۲) فتح الباری جلد دہم
(۳) لغات الحدیث وتذکار صحابیات
(۴) فتح الباری جلد دہم، صفحہ: 720، 721

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں، اس سے پچھلا باب یہ باندھا:

بَابُ الْكُنْيَةِ لِلصَّبِيِّ وَقَبْلَ اَنْ يُّوْلَدَ لِلرَّجُلِ.

لڑکے کی کنیت مقرر کرنی اور اس کے پیدا ہونے سے قبل ہی، اس کے باپ کی کنیت رکھنی۔ اس باب کے تحت امام صاحب یہ روایت لائے ہیں:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ خوش اخلاق تھے، میرا ایک (چھوٹا) بھائی ابو عمیر تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے گھر تشریف لاتے تو فرماتے: يَا اَبَا عُمَيْر، مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ؟ (۱)

تشریح:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بچے عمیر سے دل لگی کرتے ہوئے فرماتے: (چڑیا کی مانند پرندے سے یہ بچہ کھیلا کرتا تھا)، ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے غمزدہ دیکھا، تو اس کی والدہ سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے بتایا: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس کا کھلونا (پرندہ) مر گیا ہے، تب یہ غمگین بیٹھا ہے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمیر بچے کی دلداری کے لیے، یوں پوچھا، جیسے کوئی کسی کی میت پر اظہارِ ہمدردی کرتا ہے۔ ابو عمیر! تیرے نُغَیر کو کیا ہوا؟ (۲)

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

پچھلے باب کے امام بخاری رحمہ اللہ نے دو حصے ذکر کیے ہیں، ایک تو چھوٹے بچے کا نام کنیت پر رکھنا، جیسے ابو عمیر۔ دوسرا حصہ یہ کہ بڑے آدمی کی کنیت لاولد ہوتے ہوئے۔ اس سے امام بخاری رحمہ اللہ کا اشارہ اس طرف ہے کہ جو لاولد کی کنیت سے منع کرے، اس کی تردید ہے کیونکہ یہ خلافِ حقیقت بات ہے۔

(۱) ...... جیسا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

---

(۱) حدیث نمبر: 6203

(۲) فتح الباری جلد دہم، صفحہ: 715

صہیب! تونے ابو یحییٰ کنیت کیسے رکھی ہے، تیرا تو کوئی بیٹا ہی نہیں ہے؟ قال صھیب: "اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَنَّانِي" میری کنیت نبی ﷺ نے رکھی تھی۔ (مجازاً: ابو یحییٰ: ملک الموت کو کہتے ہیں۔ (المنجد) شگون کے طور پر، لمبی زندگی مراد ہوتی ہے۔ (فتح)

②...... فضیل بن عمر نے ابراہیم سے سوال کیا: مجھے ابوالنضر کی کنیت سے پکارا جاتا ہے، جبکہ میرا کوئی بیٹا ہی نہیں ہے۔ ادھر لوگ یہ باتیں کرتے ہیں کہ بغیر بیٹے کے، کنیت والا، ابوجعر ہوتا ہے۔ (ابوجعر، جس کا پاخانہ خشک ہوکر، اس کی پیٹھ (دُبر) میں پھنس گیا ہو۔)

ابراہیم نے جواب دیا۔

③...... علقمہ کی کنیت ابوشِبل تھی، جبکہ ان کا کوئی بیٹا نہیں ہوا تھا۔ [1]

شِبل، شیر کے اس بچے کو کہتے ہیں، جو شکار کرنے کے قابل ہو جائے۔ اَبُوالْاَشْبَال شیر کو کہتے ہیں۔ (المنجد، المورد)

(د) چوتھے مقام پر، وہی حدیث امام بخاری رحمہ اللہ، کتاب الاستئذان" میں لائے ہیں:

جَآءَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بَيْتَ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ فَلَمْ يَجِدْ عَلِيًّا فِي الْبَيْتِ ,,, فَغَاضَبَنِيْ فَخَرَجَ ,,, وهو يقول: "قُمْ يَا اَبَا تُرَابٍ، قُمْ يَا اَبَا تُرَابٍ" [2]

اس کے تحت حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ابوتراب کا سبب کنیت، کتاب الادب میں گزر چکا ہے۔ وَالْغَرْضُ مِنْهُ قَوْلُ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ "فَغَاضَبَنِيْ فَخَرَجَ فَلَمْ يَقِلْ عِنْدِي"

اس مقام پر، امام بخاری رحمہ اللہ صرف اس غرض سے یہ حدیث لائے ہیں کہ فاطمہ علیہا السلام کے قول سے ظاہر کرنا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے میرے پاس قیلولہ نہیں کیا اور ناراض ہوکر باہر چلے گئے ہیں۔ اس حدیث پر باب کا عنوان یہ لائے ہیں اَلْقَائِلَةُ فِي الْمَسْجِدِ. مسجد

[1] فتح الباری جلد دہم، صفحہ: 714،713
[2] حدیث: 6280

میں قیلولہ (دوپہر کے وقت سونا) کرنا۔ یعنی مسجد میں سونا جائز ہے۔ ①

١ ...... اس حدیث شریف سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، حضرات اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ''علیہ السلام'' کی اصطلاح بھی استعمال کرتے تھے۔

٢ ...... الفاظ حدیث کی پیروی میں، علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے بھی ''فاطمہ علیہا السلام'' ہی لکھا ہے۔

٣ ...... جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے باب ہی یہ باندھا ہے۔ بَابُ مَنَاقِبِ قَرَابَةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، وَمَنْقَبَةِ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ. ②

٤ ...... اس باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ یہ روایت لائے ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ أَرْسَلَتْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ رضی الله عنه ... الخ. ③

اس حدیث میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود، فاطمہ علیہا السلام بولا ہے۔

الغرض، ابوتراب کا معنی ہوا، مٹی والا، نہ کہ مٹی کا باپ۔

① فتح الباری، جلد: 11، صفحہ: 84

② کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، باب: 12

③ حدیث نمبر: 3711

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

ملا علی القاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

امام حاکم رحمہ اللہ نے کہا: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اصل نام کے بارے میں، ہمارے نزدیک صحیح ترین چیز، اسلام میں، عبداللہ یا عبدالرحمان ہے۔ وَغَلَبَتْ عَلَيْهِ كُنْيَتُهُ، فَهُوَ كَمَنْ لَا اِسْمَ لَهُ. ''ان کی کنیت (ابو ہریرہ) ایسے غالب آگئی، جیسے ان کا کوئی نام ہی نہیں۔''

امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا:

پینتیس (35) اقوال میں سے، عَلَى الْأَصَحِّ، ان کا نام عبدالرحمن بن صخر ہے۔

① ......حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے یہ روایت بیان کی ہے:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا، ایک روز میں اپنی آستین میں بلی اٹھائے ہوئے تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دیکھا اور دریافت فرمایا: مَا هٰذِهٖ؟ یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ بلی ہے۔

فَقَالَ ﷺ: يَا اَبَا هُرَيْرَةَ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابو ھریرہ! دوسری روایت میں ہے ''اَنْتَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ'' تو ابو ھریرہ ہے۔

② ......یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بچپن میں، بلی سے کھیلتے تھے یا بلی کی دیکھ بھال کرتے تھے، یا ان کے والد نے انہیں کنیت دی تھی۔

③ ......ملا علی القاری رحمہ اللہ آخر پر لکھتے ہیں کہ ان کی یہ کنیت اتنی مشہور ہوئی کہ ان کا اصل نام بھلا دیا گیا۔ ①

---

① مرقاۃ المصابیح جلد اول صفحہ:138

اس نام سے واضح ہوا کہ اَبُو کا معنی باپ نہیں ہے، کیونکہ کوئی انسان بلی کا باپ نہیں ہوسکتا۔

ابوہریرہ کا معنی ہوا، بلی والا۔ یعنی "اَبُو" بعض ناموں کے شروع میں جب آتا ہے تو صاحب یا والا کے معنی میں آتا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ:

حافظ صاحب نے بھی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے کئی نام ذکر کیے ہیں، کئی حوالوں سے۔ آخر پر فرماتے ہیں:

قلت: وفيه اختلاف كثيرا جدا میرا کہنا یہ ہے کہ ان کے نام میں بہت سارا اختلاف پایا جاتا ہے۔ (1)



(1) مقدمہ فتح الباری صفحہ: 381

ابوجہل کنیت

مکہ مکرمہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کا شدید ترین دشمن ابوجہل تھا۔ ابوجہل اس کی کنیت اس لیے نہیں تھی کہ ''جہل'' اس کا بیٹا تھا، اور وہ اس کا باپ ہونے کی وجہ سے ''ابوجہل'' ہوا۔ دراصل اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دشمنی اور جہالت میں انتہاء کردی تھی، اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت افسردگی کے عالم میں اللہ تعالیٰ سے بددعا کی:

اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِاَبِيْ جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ ، وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ، وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ، وَالْوَلِيْدِ بْنِ عُقْبَةَ، وَاُمَيَّةَ بْنِ خَلْفٍ وَعُقْبَةَ بْنِ اَبِيْ مُعَيْطٍ.

''اے اللہ! ابوجہل، عتبہ، شیبہ، ولید، اُمیہ اور عقبہ کو تباہ و برباد کردے۔'' (1)

ان خبیث سردارانِ قریش نے، صحن کعبہ میں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گردن پر، اونٹ کی بھاری اوجھڑی رکھ دی تھی، جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدے میں پڑے تھے۔

ملا علی القاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

كَانَ يُكَنّٰى اَبَا الْحَكَمِ، فَكَنَّاهُ النَّبِيُّ ﷺ اَبَا جَهْلٍ، فَغَلَبَتْ عَلَيْهِ هٰذِهِ الْكُنْيَةُ. (2)

اس کی اپنی کنیت ابوالحکم تھی اور نام عمرو بن ھشام تھا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی کنیت ابوجہل رکھ دی، ابوجہل کنیت، اس کے نام پر غالب آگئی۔

(1) صحیح مسلم، حدیث: 1794

(2) مرقاۃ جلد دہم صفحہ: 121

ابو الحکم

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ، ابوداود کے حوالے سے یہ روایت لائے ہیں:

ھانی بن یزید اپنے قبیلے کے لوگوں کے ہمراہ، وفد کی صوت میں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت عالیہ میں پیش ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا کہ ان کے ساتھی، انہیں ابوالحکم کہہ کر بلاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اپنے پاس بلا لیا اور فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَكَمُ، فَلِمَ تُكَنّٰى أَبَا الْحَكَمِ؟

بے شک اللہ ہی فیصلہ کرنے والا ہے، تجھے ابوالحکم کنیت کیسے ملی؟

اس نے جواب دیا:

میری قوم کے لوگ جب کسی بات میں اختلاف کرتے ہیں تو میرے پاس آتے ہیں۔ میں ان کے درمیان فیصلہ کر دیتا ہوں، دونوں فریق میرا فیصلہ تسلیم کر لیتے تھے۔ اس لیے وہ مجھے ابوالحکم کہنے لگ گئے۔

یہ وضاحت سن کر، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کتنی اچھی بات ہے!

تیرے کتنے بیٹے ہیں؟

اس نے بتایا:

شریح، مسلم اور عبداللہ میرے بیٹے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: ان میں سے بڑا کون سا ہے؟

اس نے بتایا: شریح بڑا ہے۔

تب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اب تیری کنیت ابوشریح ہے۔ [1]

[1] الاصابہ جلد ششم، صفحہ: 411

تشریح حدیث:

ملا علی القاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

الکنیة: قد تکون بالاوصاف: کنیت کبھی اوصاف (خوبیوں) کی وجہ سے ہوتی ہے۔

مثلاً: ابوالفضائل، ابوالمعالی، ابوالحکم، ابوالخیر۔

① ...... کبھی اولاد کی نسبت سے ہوتی ہے:

مثلاً: ابوسلمہ، ابوشریح، وغیرھم۔

② ...... کبھی ان نسبتوں کے علاوہ بھی ہوتی ہے:

مثلاً: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے پاس بلی دیکھی تو اسے ابوہریرہ کنیت سے نوازدیا۔

③ ...... کبھی کنیت، صرف علمیت (نام رکھنے) کے لیے ہوتی ہے۔ (یعنی اس کی اور کوئی وجہ نہیں ہوتی)۔

ھانی کی خوش نصیبی:

اس کے جس بڑے بیٹے شریح کی وجہ سے وہ ابوشریح کنیت پا گئے زبانِ نبوت سے۔ اس شریح کو اللہ تعالیٰ نے بڑے رتبے سے نوازا، کتنی فضیلتیں اسے حاصل ہوئیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے جلیل القدر ساتھیوں میں سے ہوئے۔ دورِ صحابہ میں مفتی بنے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے انہیں قاضی مقرر کیا۔ ایک مقدمے میں، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حق میں، ان کے فرزند ارجمند، سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت رد کردی کہ بیٹا باپ کا گواہ عدالت میں نہیں ہوسکتا۔ [1]

---

① مرقاۃ جلد ہشتم صفحہ: 524

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ

امام صاحب رحمہ اللہ کی کنیت کے بارے میں بھی بچپن کا سنا ہوا لطیفہ یہ تھا کہ آپ سے کسی نے پوچھا: کتا کب بالغ ہوتا ہے؟

اس کا جواب امام صاحب رحمہ اللہ کے پاس کوئی نہیں تھا۔ پریشانی کے عالم میں گھر آئے تو بیٹی حنیفہ نے بتا دیا کہ کتا جب ٹانگ اٹھا کر پیشاب کرنے لگے تو وہ اس کے بالغ ہونے کی علامت ہے۔ تو ذہین بیٹی کے نام پر، آپ کی کنیت ابو حنیفہ مشہور ہوگئی۔ کیا خوب من گھڑت کہانی ہے!

مِنْ اَعْلَامِ السَّلَفِ:

اس کتاب کی پہلی جلد میرے سامنے ہے۔ اس کے مؤلف احمد فرید مصری اسکالر ہیں۔ تیرھویں (13) نمبر پر ''الامام ابو حنیفہ رحمہ اللہ النعمان بن ثابت'' 19 صفحات کا مضمون لکھا ہے۔

اِسْمُهُ کے تحت لکھتے ہیں:

وَقِيْلَ سَبَبُ تَكْنِيَتِهِ بِاَبِيْ حَنِيْفَةَ مَلَا زَمَتُهُ لِلدَّوَاةِ الْمُسَمَّاةِ حَنِيْفَةَ بِلُغَةِ الْعِرَاقِ.

ان کے ابو حنیفہ کنیت کا سبب یہ بتایا گیا ہے کہ لکھنے کے لیے دواۃ ہر وقت ساتھ رکھتے، اور عراقی زبان میں اسے حنیفہ کہتے تھے۔ اس کثرت تحریر کی وجہ سے، ابو حنیفہ مشہور ہوئے پھر اس مضمون کے آخر پر یہ تحریر کیا ہے:

وَلَمْ يُخَلِّفْ غَيْرَ وَلَدِهٖ حَمَّادٍ حماد لڑکے کے علاوہ انہوں نے کوئی اولاد اپنے پیچھے نہیں چھوڑی۔

کُتُبِ رِجَال وسِیَر:

جتنی بھی اسماء الرجال اور تاریخ کی کتابوں میں، امام صاحب رحمہ اللہ کا تذکرہ آیا ہے، کسی

میں بھی حنیفہ بیٹی کا نام ونشان نہیں ہے۔ لہٰذا جو لوگ ہر جگہ اَبُو کا معنی باپ کریں گے تو ابو حنیفہ کا معنی دوات کا باپ نہیں کریں گے، بلکہ ابو بمعنی صاحب کرنا پڑے گا۔ یعنی دوات والا۔ لکھنے پڑھنے کا شوقین۔

امام صاحب رحمہ اللہ کی عظمت کے بارے میں:

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے لکھا: امام شافعی رحمہ اللہ کے حوالے سے:

اَلنَّاسُ عِيَالٌ فِي الْفِقْهِ عَلَى اَبِيْ حَنِيْفَةَ لوگ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فقہ کے سامنے، بچوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آخر پر ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَمَنَاقِبُ الْاِمَامِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ كَثِيْرَةٌ جِدًّا ، فَرَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَاَسْكَنَهُ الْفِرْدَوْسَ، آمین.

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مناقب (Outstanding Traits) بہت زیادہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور انہیں جنت الفردوس میں مقام نصیب کرے۔ آمین۔ (۱)

قال امام مالک رحمہ اللہ:

رَاَيْتُ اَبَا حَنِيْفَةَ رحمه الله، لَوْ كَلَّمَكَ فِيْ هٰذِهِ السَّارِيَةِ، اَنْ يَجْعَلَها ذَهَبًا، لَقَامَ بِحُجَّتِهِ. (۲)

اگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اپنے زورِ استدلال سے، اس لکڑی کے ستون کو، سونے کا ستون ثابت کرنے کی کوشش کرتے تو آپ کو ضرور تسلیم کرنا پڑتا۔ دراصل دینی علوم کی طرف متوجہ ہونے سے پہلے، آپ علم کلام پڑھ چکے تھے۔ جیسا کہ سید مودودی رحمہ اللہ مغربی علوم پر دسترس کے بعد علوم اسلامیہ کی طرف پلٹے۔ اسی لیے فی زمانہ ان کا زورِ استدلال، قاری کو بہا کے لے جاتا ہے۔

(۱) تہذیب التہذیب جلد دہم صفحہ: 450

(۲) سیر اعلام النبلاء، صفحہ: 399

علامہ ذھبی رحمہ اللہ نے لکھا، بحوالہ قاسم بن معن:

اَنَّ اَبَا حَنِیْفَةَ قَامَ لَیْلَةً یُرَدِّدُ قَوْلَهٗ تَعَالٰی (بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰی وَاَمَرُّ)(۱) سورة القمر:46، وَیَبْکِیْ وَیَتَضَرَّعُ اِلَی الْفَجْرِ.

”بے شک ابوحنیفہ رحمہ اللہ رات بھر نماز میں کھڑے، قرآن کریم کی یہ آیت بار بار پڑھتے جاتے اور گڑگڑا کر روتے جاتے۔ اسی حالت میں فجر کا وقت ہوگیا۔“(۲)

ابن العماد الحنبلی نے لکھا، حماد بن سلیمان کے حوالے سے:

وَکَانَ الْاِمَامُ مِنْ اَذْکِیَاءِ بَنِیْ اٰدَمَ، جَمَعَ الْفِقْهَ، وَالْعِبَادَةَ، وَالْوَرَعَ، وَالسَّخَاءَ، وَکَانَ لَا یَقْبَلُ جَوَائِزَ الدَّوْلَةِ، بَلْ یُنْفِقُ وَیُؤْثِرُ مِنْ کَسْبِهٖ

امام صاحب، اولاد آدم کے تیز فہم (Brilliant) انسانوں میں سے تھے۔ ایک ہی شخصیت میں دین اسلام کا فہم اور عبادت، تقویٰ اور سخاوت جمع ہو گئے تھے۔ حکمرانوں سے مال نہیں لیتے تھے، بلکہ اپنی کمائی سے حقداروں پر خوشی سے خرچ کرتے تھے۔(۳)

ابن خلکان نے لکھا:

وَکَانَ عَالِمًا عَامِلًا زَاهِدًا عَابِدًا وَرِعًا تَقِیًّا کَثِیْرَ الْخُشُوْعِ دَائِمَ التَّضَرُّعِ اِلَی اللهِ تَعَالٰی.

وہ عالم باعمل، پرہیزگار و شب زندہ دار، ربّ سے ڈرنے والے بچ بچ کر زندگی بسر کرنے والے، ہمیشہ اپنے اللہ کے آگے گریہ وزاری کرنے والے، کثرت سے خوف الٰہی، دل میں بسائے ہوئے تھے۔(۴)

(۱) بلکہ ان سے نمٹنے کے لیے اصل وعدے کا وقت تو قیامت ہے۔ اور وہ بڑی آفت اور زیادہ تلخ ساعت ہے۔

(۲) سیر اعلام النبلاء، جلد ششم، صفحہ:401

(۳) شذرات الذھب۔ جلد دوم، صفحہ:230

(۴) وفیات الاعیان، جلد دوم، صفحہ:202

حافظ علاء الدین مغلطائی نے، حکم بن ھشام الثقفی کے حوالے سے لکھا:

كَانَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ مِنْ اَعْظَمِ النَّاسِ اَمَانَةً، اَرَادَ السُّلْطَانُ عَلٰى اَنْ يَتَوَلّٰى مَفَاتِيْحَ خِزَانَتِهٖ اَوْ يَضْرِبَ ظَهْرَهٗ ، فَاخْتَارَ عَذَابَهُمْ عَلٰى عَذَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى. (۱)

"امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ان لوگوں میں سے تھے جو عظیم الشان امانتدار ہوں۔ بادشاہ وقت نے انہیں خزانے کی چابیاں سنبھالنے، یا کمر پر کوڑے برداشت کرنے کی پیشکش کی، تو امام اولوالعزم نے حکمرانوں کی سزائیں بھگت لینا گوارا کرلیا، لیکن عذاب الٰہی کو پسند نہ کیا۔"

خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے لکھا:

وَكَانَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلَ اِذَا ذُكِرَ ذٰلِكَ ، بَكٰى وَتَرَحَّمَ عَلٰى اَبِيْ حَنِيْفَةَ، وَذٰلِكَ بَعْدَ اَنْ ضُرِبَ اَحْمَدَ. (۲)

"امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے پاس، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر ظالمانہ سزاؤں کا ذکر چھڑ جاتا، تو وہ رونے لگتے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی پیرانہ مظلومیت پر بہت ترس کھاتے۔"

یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ امام احمد رحمہ اللہ خود حکمرانوں سے سزائیں بھگت چکے تھے۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے ایک فصل لکھی "مِنْ فَضْلِ الْاَئِمَّةِ":

ائمہ اسلام کی پہچان، ان کے حقوق ومراتب کا خیال رکھنا چاہیے۔ غلط باتیں ان کی طرف منسوب نہ کی جائیں، ان کا علم وفضل، ان کی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وفاداری، ایسی باتوں سے مبرا ہیں۔

(۱) اکمال تہذیب الکمال فی اسماء الرجال جلد ششم، ص: 425

(۲) تاریخ بغداد جلد 13، صفحہ: 327

فَكَيْفَ يُنْكِرُوْنَ عَلَيْنَا فِي الْأَئِمَّةِ الْأَرْبَعَةِ مَسْلَكًا يَسْلُكُوْنَهُ هُمْ فِي الْخُلَفَاءِ الْأَرْبَعَةِ وَسَائِرِ الصَّحَابَةِ؟

ہمیں کیوں چاروں اماموں کے بارے میں برا کہا جاتا ہے، جو کہ خلفاء راشدین اور سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے راستہ پر چلنے والے تھے۔ یہ افراط وتفریط دو وجہ سے ہوسکتی ہے، ایک وہ لوگ جو:

① ......جَاهِلٌ بِمِقْدَارِ الْأَئِمَّةِ وَفَضْلِهِمْ ائمہ کرام کی فضیلت ومرتبت جاننے میں جاہل ہیں۔

② ......أَوْ جَاهِلٌ بِحَقِيْقَةِ الشَّرِيْعَةِ الَّتِيْ بَعَثَ اللهُ بِهَا رَسُوْلَهُ

یا وہ لوگ ہیں جو شریعت کی حقیقت سے بے خبر اور جاہل ہیں، جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکر بھیجا ہے۔

جو امام رجل عظیم ہو، جس کے اقدام صالحہ اسلام کے لیے ہوں، اس کے آثار حسنہ دنیا میں نظر آتے ہوں، ان سے اگر کوئی لغزش بھی ہوگئی ہو تو وہ معذور ہیں، بَلْ مَأْجُوْرٌ لِاِجْتِهَادِهٖ، بلکہ وہ اپنے اجتہاد کرنے پر بھی اللہ تعالیٰ سے اجر پائیں گے، لیکن ان کی لغزش کی پیروی نہ کی جائے۔

وَلَا يَجُوْزُ أَنْ تُهْدَرَ مَكَانَتُهٗ وَإِمَامَتُهٗ وَمَنْزِلَتُهٗ مِنْ قُلُوْبِ الْمُسْلِمِيْنَ.

اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ ان کا مرتبہ گرادیا جائے۔ ان کی امامت کا انکار کیا جائے اور نہ ہی مسلمانوں کے دلوں سے ان کی محبت وعظمت چھیننے کی کوشش کی جائے۔ (۱)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، بنوامیہ اور بنوعباس کی حکومتوں کو، غیر اسلامی سمجھتے تھے:

[1] ......امام حسین رضی اللہ عنہ کے پوتے، زید بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے، جب صفر 122ھ میں، اموی بادشاہ ھشام بن عبدالملک کے خلاف خروج (بغاوت) کیا، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے دس ہزار

(۱) اعلام الموقعین جلد سوم، صفحہ: 220

درھم کی مالی مدد کی اور اس جہاد کو یوں فرمایا:

"خُرُوْجُهٗ يُضَاهِيْ خُرُوْجَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ بَدْرٍ" امام زید رحمہ اللہ کا نکلنا، ایسے ہی ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معرکہ بدر کے دن نکلنا تھا۔

٢...... 145ھ میں، جب حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ کے پوتوں، محمد بن عبداللہ رحمہ اللہ اور ابراہیم بن عبداللہ رحمہ اللہ نے، عباسی بادشاہ منصور کے خلاف خروج کیا، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس جہاد کو نفلی حج سے بچاس گنا زیادہ اجروثواب کا کام قرار دیا اور لوگوں کو اس جہاد میں شرکت کرنے اور ابراہیم (آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ساتھ دینے کی ترغیب دلائی۔ (١)

٣...... حسن بن قحطبہ، منصور عباسی کا سپہ سالار اعظم تھا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا علمی طور پر شاگرد تھا۔ جب منصور نے اپنے سالار اعظم کو، حضرت ابراہیم بن عبداللہ رحمہ اللہ (آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سرکوبی کے لیے بھیجنا چاہا، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے سمجھانے پر، اس نے اپنے بادشاہ کا حکم ماننے سے انکار کردیا۔ (٢)

اِیذائے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی وجوہات:

مشت از خروارے کے طور پر، یہ تین واقعات ہی کافی ہیں کہ بنوامیہ اور بنوعباس کے حکمران، امام صاحب پر کوڑے کیوں برساتے رہے۔ پابہ زنداں کیوں کرتے رہے؟

ڈاکٹر احمد فرید نے لکھا: بحوالہ ہیثمی:

زہر کا پیالہ جب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو پینے کے لیے پیش کیا گیا تو فرمایا:

اِنِّيْ لَاَعْلَمُ مَا فِيْهِ، وَلَا اُعِيْنُ عَلٰى قَتْلِ نَفْسِيْ.

"میں خوب جانتا ہوں کہ اس پیالے میں کیا ہے؟ میں خودکشی کرنے میں، اپنی مدد

(١) مناقب الامام للمکی والکردری، بحوالہ تفہیم المسائل جلد سوم مولانا گوہر رحمان، صفحہ: 287

(٢) مناقب الامام للمکی والکردری، بحوالہ تفہیم المسائل جلد سوم مولانا گوہر رحمان، صفحہ: 287

آپ نہیں کروں گا۔"

فَطُرِحَ ثُمَّ صُبَّ فِیْ فِیْہِ قَھْرًا فَمَاتَ، رحمہ اللہ تعالیٰ.

پھر آپ کو زمین پر گرایا گیا اور زبردستی زہر آپ کے منہ میں ڈالا گیا، بالآخر آپ کی موت واقع ہوگئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ [1]

اے مسلمانوں کے عظیم امام، اے دین اسلام کے رکھوالے! تجھ پہ ہم گناہ گاروں کی طرف سے، ہزاروں سلام۔ تو نے دنیا کے بڑے عہدوں کو، حفاظت دین کی خاطر لات ماردی۔ حکومتوں کے چندروزہ پیش کردہ، عیش وعشرت قبول نہ کیے۔ تاقیامت کروڑوں اربوں مسلمانوں کی دعاؤں کے تحائف، ربّ کریم آپ کو جنت الفردوس میں پہنچاتا رہے۔ باغ بہشت میں آپ کو روزانہ رضوانِ جنت، سلامی پیش کرتا رہے۔ آمین!



[1] من اعلام السلف جلد اوّل، صفحہ: 237

ابوالبرکات

قاضی القضاۃ سری الدین ابوالبرکات۔عبدالبر رحمہ اللہ ۔ یہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے ہم عصر تھے۔موصوف کی کنیت کے بارے میں لکھا ہے:

أَبُو الْبَرَكَاتِ، هٰذِهِ الْكُنْيَةُ لَيْسَتْ بَعِيْدَةٌ عَنْ لَقَبِهِ سَرِيِّ الدِّيْنِ.

”ابوالبرکات کنیت، ان کے لقب سری الدین (کریم النفس) کے ہم معنی ہونے کے قریب ہے، چونکہ وہ انتہاء درجہ کے سخی تھے۔“

فَهِيَ تَدُلُّ عَلٰى كَرَمِهِ وَسَخَائِهِ كَمَا دَلَّ ذٰلِكَ فِيْ لَقَبِهِ سَرِيٍّ.

”یعنی ابوالبرکات کنیت، ان کے جود وسخاء پر دلالت کرتی ہے، جیسے ان کے لقب سری (فیاض) پر دال ہے۔“

جو کچھ پاس ہوتا سب لٹا دیتے، ایک دمڑی بھی اپنے پاس نہیں رکھتے تھے۔ (1)

لہٰذا ابوالبرکات کا معنی ہوا:

برکتوں والا، نہ کہ برکتوں کا باپ۔ انگلش میں اسے (Generous) کہہ سکتے ہیں۔

(1) کتاب تحصیل الطریق الی تسہیل الطریق، صفحہ:26

امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ

پاکستان بھر میں معروف، بلکہ الشیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کے خالی کردہ منصب شیخ الحدیث کے جانشین، شیخ ابن باز رحمہ اللہ کی دعوت پر، اس منصب جلیل پر فائز ہونے والے، حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ نے فرمایا:

امام بخاری رحمہ اللہ نے عمر بھر شادی بھی نہیں کی۔ اگرچہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ کی ہوگی۔ اگر کی ہوتی تو ضرور اس کا کہیں ذکر آتا۔ یہ بھی کوئی چھپانے اور پردہ راز میں رکھنے کی بات تھی۔ لونڈی ان کے مِلک یمین میں تھی۔ اولاد اس سے بھی نہیں ہوئی۔ زندگی کا معتد بہ حصہ تحصیل علم کے لیے سفر میں صرف کر دیا۔ شادی کیسے کرتے۔ [1]

ہمارا نکتہ:

حافظ محدث رحمہ اللہ نے بات صاف کردی کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا کوئی بیٹا نہیں تھا۔ جب بیٹا نہیں تھا تو ان کی کنیت ابو عبداللہ کیسے ہوگئی؟ بغیر بیٹے کے ابو کیسے بن گئے؟ اس علمی حقیقت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ابو کا معنی ہر جگہ باپ ہی نہیں ہوتا، ورنہ امام بخاری رحمہ اللہ کا بیٹا عبداللہ ثابت کرنا پڑے گا، جو کہ ان کی وفات کے بعد ناممکن ہے۔ زندگی میں تو اُمید ہو سکتی تھی۔

[1] درس صحیح بخاری، صفحہ:268

امام ابو زکریا محی الدین یحییٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ

۱ ...... الاستاذ محمد فواد عبدالباقی نے اپنی تحقیق وتخریج سے، امام نووی رحمہ اللہ کی شرح صحیح مسلم 9 جلدوں میں شائع کی ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ کی کنیت ابوزکریا لکھی ہے۔

۲ ...... امام نووی رحمہ اللہ کی کتاب اربعین کا اردو ترجمہ وتشریح، مولانا عاشق الٰہی رحمہ اللہ بلند شہری نے لکھا ہے۔ انہوں نے بھی امام کی کنیت، ابوزکریا لکھی ہے۔

۳ ...... محدث گوندلوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

امام نووی رحمہ اللہ نے بھی شادی نہیں کی تھی۔ انہوں نے ساری عمر خدمت دین میں کھپادی تھی۔ (۱)

ہمارا نکتہ:

ہمارا نکتہ یہاں بھی یہی ہے کہ یحییٰ بن شرف رحمہ اللہ، امام نووی رحمہ اللہ کا نام تھا۔ شادی انہوں نے نہیں کی، پھر وہ بغیر بیٹے کے، ابوزکریا کیسے ہو گئے؟ ابو یعنی باپ تب کہلاتے جب ان کا بیٹا زکریا ہوتا۔

(۱) درس صحیح بخاری، صفحہ: 268

شیخ الاسلام ابو العباس احمد بن تیمیہ رحمہ اللہ

① ......الشیخ صلاح عویضۃ نے، علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی ''فتاوی النساء'' کی تحقیق وتخریج کی ہے۔ انہوں نے ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کنیت ابو العباس لکھی ہے۔

② ......ابن العماد نے بھی ان کی کنیت ابو العباس لکھی۔ ①

③ ......علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے بھی ان کی کنیت ابو العباس لکھی۔ ②

قریباً ہر سوانح نگار، ان کی کنیت یہی، ابو العباس لکھتا ہے۔

محدث گوندلوی رحمہ اللہ نے فرمایا:

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے شادی نہیں کی۔ ان کی عمر بھی خدمت دین کے لیے وقف رہی۔ موقع ہی نہ ملا کہ ازدواجی زندگی کے رشتہ میں منسلک ہوں۔ ③

ہمارا نکتہ:

کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے شادی کی نہیں اور باپ کہلاتے رہے عباس کے، یعنی ابو العباس۔ ان دلائل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر جگہ ابو کا معنی باپ نہیں ہے۔

① ......امام بخاری رحمہ اللہ نے ابو عبداللہ کنیت رکھ لی، ممکن ہے ان کے ذہن میں ہو کہ عبداللہ اور عبدالرحمان نام اللہ کو پیارے ہیں، اس نسبت سے ابو عبداللہ کہلائے۔

② ......امام نووی رحمہ اللہ کا اپنا نام یحییٰ تھا۔ تو یحییٰ علیہ السلام کے والد محترم زکریا علیہ السلام تھے، ان کی قربت باپ بیٹے کی انہیں خوشگوار لگی، تو اسی نسبت اور محبت سے ابو زکریا کنیت رکھ لی۔

---

① شذرات الذہب جلد 8، صفحہ: 142

② الدرر الکامنۃ، جلد اوّل، صفحہ: 88

③ درس صحیح بخاری، صفحہ: 268

③......امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ابو العباس کنیت رکھی، ممکن ہے ان کے ذہن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کی عظیم شخصیت ہو، جن سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت محبت رکھتے تھے۔ یا امام کے ذہن میں، عباس کا معنی و مراد شیر ہو، جیسے لغت عرب میں ہے وهو من أسماء الأسد، وہ شیر کے ناموں میں سے ہے۔①

امام کو ابو العباس کنیت، شیر کی بہادری اور دلیری کی وجہ سے پسند ہو سکتی ہے، کیونکہ امام نے ساری زندگی حفاظت دین کے لیے، دلیرانہ بسر کی ہے۔ ادیانِ باطلہ سے ٹکراتے ہوئے۔

کردارِ ابن تیمیہ رحمہ اللہ پر، کچھ تاثراتِ اکابر:

علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ نے فرمایا:

اسلام میں سیکڑوں ہزاروں بلکہ لاکھوں علماء، فضلاء، مجتہدین، آئمہ فن اور مدبرین گزرے لیکن مجدد بہت کم پیدا ہوئے۔

مجدد کے لیے تین شرطیں ہیں:

①......مذہب، علم، یا سیاست کے میدان میں کوئی مفید انقلاب پیدا کر دے۔

②......جو تجدید کا خیال اس کے دل میں آیا ہو، کسی کی تقلید سے نہ آیا ہو، بلکہ اپنا اجتہاد ہو۔

③......تیسری شرط اگر ضروری قرار نہ دی جائے، تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ، امام غزالی رحمہ اللہ، امام رازی رحمہ اللہ، شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ اس دائرے میں آ سکتے ہیں۔

لیکن جو شخص مجدد (Reformer) کا اصلی مصداق ہو سکتا ہے۔

وہ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ ہیں:

مجددیت کی اصلی خوبیاں اور خصوصیتیں، جس قدر علامہ کی ذات میں پائی جاتی ہیں، اُس کی نظیر بہت کم ملتی ہے۔②

① المنجد عربی صفحہ:484

② مقالاتِ شبلی جلد پنجم، بحوالہ حیات ابن تیمیہ مترجم ابو زہرہ صفحہ:5

مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ نے لکھا:

آٹھویں صدی ہجری کے اوائل میں، جب دعوتِ عامہ امت، وتجدید شریعت، وإحیاء السنة بعد موتها، وإخماد البدعة بعد شیوعها وارتفاعها روح القدس نے، آیۃ من آیات اللہ، وحجۃ قائمۃ من حجج اللہ، شیخ المصلحین، وملاذ المجددین، سند الکاملین، وامام العارفین، وارث الانبیاء وقدوۃ الاولیاء، حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے وجودِ مبارک میں ظہور کیا۔ [1]

آخر پر حضرت آزاد یہ مصرع لائے: اے تو مجموعہ خوبی بچہ نامت خوانم:

اے خوبیوں کے مجموعے! میں تجھے کس نام سے پکاروں۔

الشیخ صلاح عویضہ نے لکھا:

هو الامام الربانی، وبحر العلوم، سید الحفاظ، وآخر المجتهدين. [2]

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے لکھا:

وَأَنَّهُ بَحْرٌ لَا سَاحِلَ لَهُ، وَكَنْزٌ لَا نَظِيْرَ لَهُ [3]

وہ علوم کا ایسا سمندر، جس کا کنارہ ہی نہیں، وہ ایسا خزانہ، جس کی مثال ہی نہیں ہے۔

سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے لکھا:

آٹھویں صدی کے لیے ایک ایسے ہی مردِ کامل کی ضرورت تھی، جو زندگی کے تمام میدانوں کا مجاہد ہو اور جس کی جدوجہد اور اصلاحات کسی ایک شعبہ میں محدود نہ ہوں۔

یہ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی ذات تھی:

جس نے عالم اسلام میں، ایک ایسی علمی و عملی حرکت اور زندگی پیدا کردی، جس کے

[1] حیات ابن تیمیہ مترجم ابوزھرہ، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ، تذکرہ، ابوالکلام آزاد، صفحہ: 157

[2] فتاوی النساء، صفحہ ابتدائیہ

[3] الدرر الکامنة جلد اول صفحہ: 91

اثرات صدیاں گزر جانے کے بعد بھی قائم ہیں۔ ①

علامہ ذھبی رحمہ اللہ نے لکھا:

کان من بحور العلم، والأذکیا، المعدودین، وَالزُّهَّادِ الأفراد، والشیخان الکبار، والکرماء الاجواد، اثنیٰ علیه الموافق والمخالف. ②

"ابن تیمیہ رحمہ اللہ علمی سمندروں میں سے تھے۔ گنتی کے ذہین ترین لوگوں میں سے تھے، یکتائے زمانہ زاہدوں میں سے تھے۔ بڑے بڑے بہادروں میں سے تھے۔ عظیم ترین سخی شخصیات میں سے تھے۔ ان کے حامی اور مخالف، سبھی ان کی عظمتوں کے معترف تھے۔"



① تاریخ دعوت وعزیمت جلد دوم، صفحہ: 21

② تذکرۃ الحفاظ جلد چہارم، صفحہ: 1496

ابوالفضل علامہ جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ

ابن العماد نے لکھا:

الحافظ جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی الشافعی المسند المحقق المدقق، صاحب المؤلفاتِ الفائقة النافعة. (1)

ان تعارفی کلمات میں، امام سیوطی رحمہ اللہ کی کنیت ابوالفضل ذکر کی گئی ہے۔

آگے اس کنیت کی وجہ یہ ذکر کی ہے:

وَعَرَضَ مَحَا فِيظَهُ عَلَى الْعِزِّ الْكِنَانِيِّ الْحَنْبَلِيِّ فَقَالَ لَهُ:

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اپنے علمی محفوظ دفاتر، حضرت عز کنانی حنبلی کے روبرو پیش کیے، تو انہوں نے دریافت کیا (بطور حیرت واستعجاب):

مَا كُنْيَتُكَ؟

آپ کی کنیت کیا ہے؟

فَقَالَ لَا كُنْيَةَ لِيْ:

جواب دیا، میری کوئی کنیت نہیں ہے۔

فَقَالَ: "أَبُو الْفَضْلِ" وَكَتَبَهُ بِخَطِّهِ.

استاد نے فرمایا: آج سے تیری کنیت ''ابوالفضل'' ہے اور یہ مبارک کنیت انہیں اپنے محترم قلم سے لکھ کر دی۔ (2)

---

(1) شذرات الذھب جلد دہم، صفحہ: 74

(2) شذرات الذھب جلد دہم، صفحہ: 75

ہمارا نکتہ عاجزانہ:

علامہ سیوطی رحمہ اللہ کے علمی دفاتر دیکھ کر، ان کے استاد عزؒ کنانی نے، ان کے علم وفضل کی قدر کرتے ہوئے۔ "ابوالفضل" کی کنیت سے نوازا۔ یہ استاد کی طرف سے، شاگردِ عظیم کے لیے بہت بڑا اعزاز تھا۔ اب اگر کوئی یہاں ابو کا معنی باپ کرے گا تو کیا یہ حقیقت کے خلاف بات نہیں ہوگی۔

کھڑے کھڑے یکدم، علامہ سیوطی رحمہ اللہ کا کون سا بیٹا فضل پیدا ہو گیا تھا، جس کی وجہ سے وہ فضل کے باپ (ابو) بن گئے۔

لہٰذا ماننا پڑے گا کہ ہر جگہ ابو کا معنی باپ نہیں ہوتا۔ بلکہ ابوالفضل کا معنی ہوگا، علم وفضل والا۔ "مَحَافِیْظَہْ" محافیظ جمع کا صیغہ ہے محفوظ مفرد کا۔

جیسے: مکتوب کی جمع مکاتیب ہے۔ نہ کہ مکاتب اور مکاتب دراصل مکتب کی جمع ہے۔

جیسے: مقدرو کی جمع مقادیر ہے۔ وغیرہ۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ثبوت کے لیے، تشنگانِ حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاس بجھانے کو، "الخصائص الکبریٰ" لکھی اور خلفاء راشدین اور دیگر نام نہاد خلفاء پر "تاریخ الخلفاء" لکھی۔ علاوہ ازیں اور بھی مفید کتب علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے، امت کی راہنمائی کے لیے تحریر فرمائیں۔

ابوالمساکین

مساکین، مسکین کی جمع ہے۔ اردو زبان میں بھی مستعمل ہے۔ غریب مسکین کہہ دیتے ہیں۔ ابوالمساکین کا معنی، مسکینوں کا باپ نہیں ہے، بلکہ مسکینوں اور غریبوں کی خدمت کرنے والا، ان کی سرپرستی کرنے والا ہے۔

یہ کنیت تھی سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے سگے بھائی۔ علی رضی اللہ عنہ ان سے دس سال عمر میں چھوٹے تھے۔ سابقون الی الاسلام میں سے تھے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ان کے متعلق یہ روایات لائے ہیں:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: کَانَ جَعْفَرُ یُحِبُّ الْمَسَاکِیْنَ ، وَیَجْلِسُ اِلَیْهِمْ، وَیَخْدِمُهُمْ، وَیَخْدِمُوْنَهٗ.

”سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ غریبوں سے محبت کیا کرتے تھے۔ ان کے ساتھ بیٹھ کر مجلس کرتے تھے۔“

فَکَانَ رَسُوْلُ ﷺ یُکَنِّیْهِ اَبَا الْمَسَاکِیْنِ.

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ان کی غریب پروری پر، انہیں ابوالمساکین کے نام سے یاد فرماتے تھے۔ یعنی کنیت انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عطا کردہ تھی حالانکہ دستورِ عرب کے مطابق ان کی کنیت ابو عبداللہ تھی۔ (1)

---

(1) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے لیے یہ دعا کیا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَّ احْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَةِ الْمَسَاکِیْنِ. [سلسلۂ صحیحہ جلد اول، علامہ البانی، حدیث: 308]

یا اللہ! مجھے مسکینی کی زندگی، اور مسکینی کی موت، نصیب فرمانا، روزِ قیامت مجھے مسکینوں کے گروہ میں اٹھانا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ بقول امام بیہقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ سے مسکینی بمعنی قلت نہیں مانگتے تھے، بلکہ سال المسکنة التی یرجع معنا ها الی الإخبات والتواضع وہ مسکینی مانگتے تھے جس کا معنی، اللہ کے سامنے عاجزی وانکساری کرنے والا ہوتا ہے۔ [التلخیص الحبیر جلد سوم، صفحہ: 238]

بڑے بیٹے کی نسبت سے۔ ①

دربارِ نبوت سے القابات (Titles):

دربارِ نبوت سے ٹائٹل، عاجزی اور انکساری کی بنیاد پر عطا ہوتے تھے، خدمت انسانیت کی وجہ سے ملتے تھے۔ کوئی زمین پر سویا، اور اس کے چہرے پر مٹی لگ گئی تو خطاب ملا "ابوتراب"

کسی نے غریبوں کے درمیان میں بیٹھ کر، ان کی دلجوئی وغمگساری کی، تو اسے لقب ملا "ابو المساکین"

کسی خاتون نے، غریب عورتوں کی مدد کی، تو اسے "ام المساکین" کا ٹائٹل ملا۔ (ام المؤمنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی کنیت)۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ القاب جو درِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملے، ان القاب سے لاکھوں گنا قیمتی ہیں، جو حکومتیں اپنے وفاداروں کو دیتی ہیں۔

کسی کو "سر" (Sir) کا خطاب، کسی کو "شمس العلماء" کا۔ کوئی پیرزادہ بن بیٹھا، کوئی شاہ زادہ، کوئی صاحبزادہ بن بیٹھا، کوئی نواب زادہ۔ وہی دورِ جاہلیت کے فخر ومباہات، جن کے بارے میں، فخر الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، اپنے آخری حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا۔

"اِنَّ مَآ ثِرَا لُجَاھِلِیَّۃِ مَوْضُوْعَۃ"، جاہلیت کے تمام باعث فخر وغرور عہدے آج ختم کر دیے گئے ہیں۔ ②

صحیح مسلم کی روایت کے الفاظ ہیں:

اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مِنْ اَمْرِ الْجَاھِلِیَّۃِ تَحْتَ قَدَمَیَّ مَوْضُوْعٌ.

لوگو! جاہلیت کی ہر ایک بات کو، میں اپنے قدموں کے نیچے پامال کرتا ہوں۔ ③

آقائے جعفر سبحانی نے لکھا:

"اے لوگو! جان لو، میں آج اعلان کرتا ہوں کہ دورِ جاہلیت کے تمام مراسم وعقائد کو، میں

① الاصابۃ جلد اوّل، صفحہ: 592

② البدایۃ والنہایۃ، نیز سیرۃ ابن ہشام

③ بحوالہ رحمۃ للعالمین، جلد اوّل، صفحہ: 230

اپنے قدموں تلے روند کر، ان کے باطل ہونے کو تم تک پہنچاتا ہو۔'' (1)

سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کی تقریر، دربارِ شاہ حبش میں:

اے بادشاہ! ہم جہالت میں مبتلا تھے۔ بتوں کو پوجتے تھے۔ نجاست میں آلودہ تھے۔ مردار کھاتے تھے۔ بے ہودہ بکتے تھے۔ ہم میں انسانیت، اور سچی مہمان داری کا نشان نہ تھا۔ ہمسایہ کی رعایت نہ کرتے، کوئی قانون نہ تھا۔

ایسی حالت میں، اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے، ایک معزز کو مبعوث کیا۔ جس کے حسب ونسب، سچائی، دیانتداری، تقویٰ، پاکیزگی سے ہم خوب واقف تھے۔ اس نے ہمیں توحید کی دعوت دی اور سمجھایا کہ اس اکیلے خدا کے ساتھ، کسی کو شریک نہ کرو۔ اس نے ہمیں پتھروں کی پوجا سے روکا، اس نے فرمایا:

ہم سچ بولا کریں۔ وعدہ پورا کیا کریں۔ رحم کیا کریں۔ گناہوں سے دور رہیں۔ برائیوں سے بچیں۔ اس نے حکم دیا:

ہم نماز پڑھا کریں، صدقہ دیا کریں، روزے رکھا کریں۔

ہماری قوم، ہم سے ان باتوں پر بگڑ بیٹھی۔ قوم نے جہاں تک ہوسکا، ہمیں ستایا، تاکہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرنا چھوڑ دیں۔ لکڑی اور پتھر کی مورتیوں کی پوجا کرنے لگ جائیں، ہم نے ان کے ہاتھوں، بہت ظلم اور تکلیفیں اٹھائی ہیں اور جب مجبور ہوگئے، تب آپ کے ملک میں پناہ لینے کے لیے آئے ہیں۔

بادشاہ نے یہ تقریر سن کر کہا:

مجھے قرآن سناؤ:

سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے، اسے سورۃ مریم سنائی۔

بادشاہ کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ وہ رونے لگ گیا اور اس نے کہا:

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو وہی رسول ہیں، جن کے آنے کی خبر، حضرت یسوع مسیح علیہ السلام نے بتائی تھی۔ (2)

(1) سیرت النبی مترجم، مولانا نصیر حسین، صفحہ: 553

(2) رحمۃ للعالمین جلد اوّل، صفحہ: 85

عرب دورِ جاہلیت میں اپنے بیٹے کا برا نام رکھتے تھے

امام ثعلبی نے لکھا ہے:

عرب لوگوں کا رواج تھا کہ وہ اپنے بیٹوں کے نام ایسے رکھتے تھے:

حَجَر (پتھر)، کَلْب (کتا)، نَمِر (چیتا)، ذِئْب (بھیڑیا)، آسد (شیر) وغیرہ۔

یا فال اور شگون کی بنیاد پر نام رکھتے:

بیٹا پیدا ہوتے ہی پتھر پر نظر پڑی، تو نام حجر رکھ دیا۔ کہ پتھر کی طرح بیٹا سخت اور مضبوط ہوگا۔ کتے پر نظر پڑگئی تو کلب نام رکھ دیا کہ کتے کی طرح ہمارا رکھوالا ہوگا۔ اس کی طرح ہم سے محبت رکھے گا یا اس کتے کی طرح بلند آواز ہوگا۔

چیتے پر نظر پڑی تو بیٹے کا نام نمر رکھا کہ چیتے کی طرح اس میں پھرتی اور دشمن پر جھپٹنے کی صلاحیت ہوگی۔ بھیڑیے پر نگاہ پڑگئی تو ذئب نام رکھ دیا، کہ اس کی طرح اس میں ہیبت اور قدرت ہوگی۔

ابن کلبی سے کسی نے پوچھا: یہ عرب اپنے بیٹوں کے نام درندوں والے رکھتے ہیں۔

اور اپنے غلاموں کے نام اچھے رکھتے ہیں۔ جیسے: یُسر (آسانی)، سور (خوش قسمت)، یُمن (مبارک) وغیرہ۔ اس کی آخر وجہ کیا ہے؟

ابن کلبی نے جواباً کہا:

یہ لوگ بیٹوں کے نام رکھتے ہیں، دشمن کو خوفزدہ کرنے کے لیے۔

اور غلاموں کے اچھے نام رکھتے ہیں، اپنی ذات کے لیے۔ (1)

---

(1) فقہ اللغۃ، صفحہ: 268

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَسْمَآءِ كُمْ، وَأَسْمَاءِ اٰبَائِكُمْ، فَأَحْسِنُوْا أَسْمَآءَ كُمْ (1)

تم قیامت کے دن اپنے اور باپ کے نام سے بلائے جاؤ گے، لہٰذا تم اچھے نام رکھا کرو۔ (2)

تشریح:

اللہ تعالیٰ مولانا محمد صادق خلیل رحمہ اللہ پر رحم فرمائے، آمین!

مشکوٰۃ شریف کا اردو ترجمہ کر کے، بہت عمدہ خدمت دین انجام دی ہے۔ بعض دفعہ حدیث پر تبصرہ اتنا ناکافی ہوتا ہے، کہ مذکورہ حدیث پر لکھا، اس میں انقطاع ہے۔ سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے بعد کے راوی عبداللہ کا براہِ راست سماع ثابت نہیں ہے۔ نیز یہ ضعیف ابوداؤد میں مذکور حدیث ہے۔

اتنی بات تو ٹھیک ہے مگر:

عام آدمی یہ پڑھ کر مطمئن ہو جائے گا کہ جو مشہور بات ہے، قیامت کے دن، لوگوں کو ماؤں کے حوالے سے بلایا جائے گا تا کہ ان کا پردہ رہ سکے۔

مگر اسلام کی تعلیمات اس کے برعکس ہیں:

1 (يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ) (3)

جس روز پوشیدہ اسرار کی جانچ پڑتال ہوگی۔ یعنی ہر شخص کے وہ اعمال، جو دنیا میں ایک راز بن کر رہ گئے تھے۔

(1) رواہ ابوداؤد، احمد

(2) مشکوٰۃ شریف، حدیث: 4768

(3) سورۃ الطارق: 9

۲ (يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ) ①

اُس روز لوگ متفرق حالت میں پلٹیں گے تا کہ ان کے اعمال، اُن کو دکھائے جائیں۔

۳ (وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ) ②

اے مجرمو! آج تم چھٹ کر الگ ہو جاؤ۔

۴ (اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ) ③

آج ہم ان کے منہ بند کیے دیتے ہیں، ان کے ہاتھ ہم سے بولیں گے، اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے۔ کہ یہ دنیا میں کیا کمائی کرتے رہے ہیں۔

لہٰذا قیامت کا دن، پردہ پوشی کا نہیں، بلکہ پردہ فاش کرنے کا دن ہوگا۔

اب آیئے اس مذکورہ حدیث کی طرف، جسے منقطع قرار دیکر گزر گئے تھے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں باب کا عنوان یہ دیا ہے مَا يُدْعَى النَّاسُ بِآبَائِهِمْ. کہ لوگوں کو، ان کے باپ کے نام سے بلایا جائے گا۔ ④

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ابن بطال کے حوالے سے لکھا ہے:

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے "غدار آدمی کا جھنڈا، روزِ قیامت بلند کیا جائے گا اور اعلان کیا جائے گا کہ فلاں بیٹا فلاں کا ہے۔" ⑤

اس صحیح حدیث سے، ان لوگوں کی تردید کی گئی ہے جنہوں نے ماؤں کے نام کے حوالے سے، جھوٹی حدیث مشہور کر دی ہے۔ ⑥

---

① سورۃ الزلزال:6

② سورۃ یس:59

③ سورۃ یس:65

④ کتاب الادب، باب:99، صحیح بخاری

⑤ بخاری، حدیث:6177

⑥ فتح الباری، جلد دہم: صفحہ:691

اس طرح ایک اور حدیث مشکوٰۃ شریف میں:

حدیث نمبر 6166، سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک اور داڑھی پر دھول پڑی ہے۔ دریافت کرنے پر فرمایا: میں ابھی مقتل حسین رضی اللہ عنہ پر حاضر تھا۔

اس حدیث کو علامہ البانی رحمہ اللہ کے حوالے سے ضعیف قرار دے دیا۔ اتنی بات کافی نہ تھی۔ جبکہ یہ روایت دیگر طرق سے، حدیث صحیح ہے۔ دیکھیں مسند احمد حدیث: 2165، نیز سلسلہ صحیحہ البانی رحمہ اللہ جلد دوم، حدیث: 821۔

لہٰذا مدرسین دینی مدارس سے گزارش ہے۔ نیز مترجمین سے کہ:

جب طلبہ کو مشکوٰۃ شریف پڑھائیں، یا ترجمہ تحریر کریں تو اس موضوع کی دیگر احادیث ضرور بتائیں ورنہ علم ناقص سے، فتنہ وفساد برپا ہوتا ہے۔ نیم حکیم خطرہ جان، نیم ملا خطرہ ایمان۔

ایک سند سے اگر حدیث ضعیف ہو تو ممکن ہے دوسری سند سے صحیح ہو۔ وسعت مطالعہ اور وسعت ظرف کی شدید ضرورت ہے۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

گزشتہ حدیث جو ناموں کے بارے میں ذکر ہوئی، اس کا آخری حصہ ہے:

"فَاَحْسِنُوْا اَسْمَآءَ کُمْ" اپنے نام اچھے رکھا کرو۔ یعنی اپنے اور اپنی اولاد کے نام خوبصورت رکھا کرو۔ اَحْسِنُوْا، حسن وجمال سے ہے۔ نام ایسا ہو کہ جس کا معنی اپنے اندر حسن وخوبی لیے ہوئے ہو، بے مقصد اور لایعنی نام حَسِین نہیں ہو سکتے۔

نام کے فیشن:

آج کل جس طرح لباس اور طرزِ بود وباش میں نت نئے فیشن دکھائی دیتے ہیں، اسی طرح نئے نئے نام رکھنے کا بھی فیشن، وباء کی طرح پھیل گیا ہے۔ ایسے ایسے نام بچوں کے، سننے میں آتے ہیں کہ خدا کی پناہ! جن کا نہ کوئی معنی نہ مفہوم، نہ پتہ چلتا ہے کہ کس زبان کا لفظ

ہے۔ پوچھیں تو کہتے ہیں کہ انٹرنیٹ سے لیا ہے اور اس کا یہ معنی ہے۔ بھائی انٹرنیٹ کی ثقاہت (Authenyicity) کا کون ذمہ دار ہے۔

جدت پسندوں کو اس بات سے تو کوئی غرض نہیں ہوتی کہ جو نام بچے کا رکھ رہے ہیں، اس کا مستند (Authentic) ہونا بھی ضروری ہے۔ مجھے اپنے بعض مقتدیوں پر بھی حیرت ہوتی ہے، بچے کی پیدائش پر، نام کے مفہوم کی تصدیق کرنے آتے ہیں۔ جب میں بتاتا ہوں کہ یہ مہمل سالفظ ہے۔ تو انہیں یقین نہیں آتا۔ کبھی انہوں نے مجھ سے عربی، اردو، فارسی پڑھی ہوتو انہیں خبر ہو، مجھے مسجد میں بیٹھا دیکھ کر سمجھ لیتے ہیں کہ یہ نِرا امام مسجد ہی تو ہے۔ بس ''گھر کی مرغی دال برابر۔''

حالانکہ آغاز جوانی میں، 23 سال کی عمر سے، ہائی اسکولز میں جب میں عربی ٹیچر تھا تو تینوں زبانوں کے ادب کا، شعری ونثری خوب مطالعہ کیا تھا۔ زبان وادب کی ترقی کے لیے، کتنی ہی کتب لغت مستند پاس تھیں۔ عربی سے اردو، اردو سے عربی، انگلش سے عربی، عربی سے انگلش، عربی سے عربی، فارسی سے فارسی، فارسی سے اردو، درجن بھر سے زائد ڈکشنریز، ہر وقت کھنگالتا رہتا تھا۔

کلامِ اقبال اکثر زبانی یاد ہوتا۔ غالب ومیر، حالی وذوق سب دلچسپی سے پڑھے، اور پڑھائے تھے۔ گلستان سعدی، بوستانِ سعدی، پندنامہ وغیرہ۔ باقاعدہ اساتذہ سے پڑھے تھے۔

1979ء پاکستان آرمی میں ہم پچاس خطیبوں کا اڑھائی ماہ کا کورس، ایجوکیشن اسکول بتوفیق الٰہی بہت نازتھا۔ جسے میرے رفقاء اور ہمارے اساتذہ خوب جانتے تھے۔ خیر بات دور نکل گئی۔ صرف چند سال فترۃِ مطالعہ کے گزرے، جب مجھے آٹھ سال، تحریک اسلامی کا کام، بطور فیلڈ ورکر کرنا پڑا۔ بعد ازاں الحمدللہ ذوقِ مطالعہ سے بھرپور لطف اندوز ہوتا ہوں اور لکھنے کا شوق، ایک مقصد حیات سمجھ کر، کرتا رہتا ہوں کہ زندگی بہت تھوڑی رہ گئی ہے، کوئی ٹھوس کام کر جاؤں، جس سے امت مسلمہ کے زندہ دل لوگ، میرے مرنے کے بعد فائدہ اٹھاتے رہیں۔ اللھم تقبل منی، آمین.

ادبی حوالے سے کچھ نام اور ان کی وضاحت

حروفِ ابجد (Alphabets)

یہ ابجد کیا ہے؟ اردو محاورہ میں ''ابجد خواں'' جو بچہ یا بالغ، حروف تہجی۔ (Letters of the Alphabet)

سیکھ رہا ہو، نو آموز، مثلاً: اب پ ت، ہم چھوٹے تھے: امی مارتی تھی، ہم روتے تھے۔

ابجد کے حروف:

اردو زبان میں ان کی تعداد پینتیس (35) ہے۔ مثلاً: اب پ ت ٹ... الخ

فارسی زبان میں ان کی تعداد بتیس (32) ہے۔

عربی زبان میں ان کی تعداد اٹھائیس (28) ہے۔

علامہ زمخشری نے ابن اسحاق کے حوالے سے لکھا:

1. ابو جاد، مکہ کا بادشاہ تھا۔
2. هَوَّز، وج کا بادشاہ تھا۔
3. حُطّی، وج کا بادشاہ تھا۔
4. کلمون، مدین کا بادشاہ تھا۔
5. سعفص، مدین کا بادشاہ تھا۔
6. قرشیات، مدین کا بادشاہ تھا۔

اور جب مدین میں عذاب آیا تو کلمون وہاں کا بادشاہ تھا۔ [1]

[1] ربیع الابرار جلد چہارم، صفحہ: 389

مولانا غیاث الدین رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

ابجد کے آٹھ کلمات ہیں:

① ابجد ② ھوز ③ حطی ④ کلمن
⑤ سعفص ⑥ قرشت ⑦ ثخذ ⑧ ضظغ

ان آٹھوں کی تفصیل بمطابق صاحب ''مدار الافاضل''۔

① ابجد:

اَبِیْ وُجِدَ فِی الْمَعْصِیَۃِ، یعنی پدرِ من کہ آدم علیہ السلام بود یافتہ شد در گناہ۔ میرا باپ آدم گناہ میں پایا گیا۔

② ھوز:

اِتَّبَعَ ھَوَاہُ، یعنی پیروی کرد ہوائے نفسانی خودرا۔ اپنی خواہش نفسانی کی پیروی کی۔

③ حطی:

حُطَّ ذَنْبُہٗ بِالتَّوْبَۃِ وَالْاِسْتِغْفَارِ. یعنی گم شدہ گناہ او بتوبہ کردن واستغفار۔ ان کا گناہ توبہ واستغفار کرنے سے معاف کر دیا گیا۔

④ کلمن:

اَیْ تَکَلَّمَ بِکَلِمَۃٍ فَتَابَ عَلَیْہِ بِالْقُبُوْلِ وَالرَّحْمَۃِ. یعنی کلام کرد بکلمہ، پس قبول توبہ او۔ خدا کے سکھائے ہوئے کلمات سے گفتگو کی، تو ان کی توبہ قبول ہوگئی۔

⑤ سعفص:

اَیْ ضَاقَ عَلَیْہِ الدُّنْیَا فَاُفِیْضَ عَلَیْہِ، یعنی تنگ شد بر و دنیا، پس ریختہ شد برو۔ دنیا ان پر تنگ ہوئی، پھر کشادہ کر دی گئی۔

⑥ قرشت:

اَیْ اَقَرَّ بِذَنْبِہٖ، فَشُرِّفَ بِالْکَرَامَۃِ. یعنی اقرار کرد بگناہ خویش، پس شرف بکرامت یافت

اپنے گناہ کا اعتراف کیا تو عزت سے نوازے گئے۔

⑦ تخذ:

اَیْ اَخَذَ مِنَ اللّٰہِ قُوَّۃً. یعنی گرفت از حق تعالیٰ قوت را۔ اللہ تعالیٰ سے طاقت حاصل کی۔

⑧ ضظغ:

اَیْ سُدَّ عَنْہُ نَزْغُ الشَّیْطَانِ بِالْعَزِیْمَۃِ. یعنی بند شد از وے نزغ شیطان بعزیمت، ای بکلام حق و توحید، ان کے عزم اور پختہ ارادے سے، شیطانی وسوسے بند ہوئے، یعنی حق و توحید کے کلام سے، شیطان کا راستہ بند ہوا۔ ①

مولانا غیاث رحمہ اللہ نے مزید ان کلمات کی تشریحات بھی لکھی ہیں لیکن ہمارے سمجھنے کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ ان کلمات کی زیادہ تفصیلات مطلوب ہوں تو علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی ''المزھر فی علوم اللغۃ'' جلد دوم، صفحات 292 تا 299 دیکھی جا سکتی ہیں۔

حروف تہجی:

①...... ہجا: جسے ہمارے لوگ ہجے کرنا کہہ دیتے ہیں۔ باعراب ادا کردن حروف را۔ یعنی زبر زیر پیش واضح کر کے ادا کرنا، نیز اب ت ث۔ ②

②...... وَالْھِجَاءُ، تَقْطِیْعُ اللَّفْظَۃِ بِحُرُوْفِھَا. لفظ کے ایک ایک حرف کو جدا جدا پڑھنا۔ ③

③...... اسی کو انگلش میں Spelling کہتے ہیں۔ جیسے بچے کو کہا جاتا ہے Ball کے سپیلنگ کریں۔ تو وہ ایک ایک حرف Letter کو جدا جدا بتاتا ہے۔ B,A,L,L۔ بال

اسی لفظ کو عربی زبان میں کُرَۃٌ کہتے ہیں۔ اس کے ہجے ہیں، ک پر ضمہ (پیش)۔ ر پر زبر (فتحہ)۔ اور ۃ پر دو پیش (تنوین)۔ بن گیا کُرَۃٌ. بال، گیند۔ اب کتنے ہی اردو بولنے والے کرۃ

① غیاث اللغات فارسی، صفحہ:17

② غیاث اللغات صفحہ:732

③ لسان العرب صفحہ:32

کے راء کو مشدد پڑھتے ہیں۔ مثلاً بڑا زور دیکر کہیں گے کرّہ ارض، حالانکہ راء پر شد ہے ہی نہیں۔

چند الفاظ کی تصحیح:

اگر کوئی پڑھا لکھا آدمی غلط لفظ بولے اور میرے جیسا بتائے کہ یہ صحیح نہیں ہے، تو فوراً کہہ دیں گے جی! یہ غلط العام ہے اور حقیقت یہ ہے کہ غلط العام کی ایسے لوگوں کو خبر ہی نہیں ہے۔

غلط العام اور غلط العوام میں بہت فرق ہے۔

① ...... غلط العام: تلفظ یا املا جو غلط ہونے کے باوجود، کثرت استعمال کے باعث، صحیح تصور ہونے لگے۔

② ...... غلط العوام، وہ لفظ جسے عوام نے غلط تلفظ یا معانی یا ردّ و بدل کے ساتھ بولنا شروع کر دیا ہو۔ وہ غلط ہی تصور ہوگا۔ (1)

لفظِ غلط:

غلط لفظ پر ہی غور کریں۔

فارسی اور اردو زبان میں، غ پر زبر (فتحہ) ل پر بھی فتحہ۔ غَلَط. اس کا معنی ہے: بات میں، حساب میں، تحریر میں خطا کرنا۔ لیکن عربی زبان میں، بکسر لام ہے، غَلِطَ، والعرب تقول: غَلِطَ فِي مَنْطِقِهٖ. اس نے اپنی گفتگو میں غلطی کی۔ (2)

یعنی یہ باب سَمِعَ یَسْمَعُ سے ہے۔

مولانا غیاث رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

غلط بر دو گونہ است۔ غلط کی دو قسمیں ہیں۔ غلط عام و غلط عوام۔

پس غلط عام انست چنانکہ لفظ منصب کہ بکسر صاد می آید۔ و بفتح شہرت وارد۔

[1] ...... غلط عام وہ ہے جیسے "مَنْصِبْ" لفظ، حقیقت میں صاد کے نیچے کسرہ (زیر) تھی، لیکن مشہور ہو گیا صاد کے فتحہ (زبر) سے۔ اسے شعراء و ادباء نے اختیار کر لیا ہے۔ لہٰذا یہ درست قرار پایا۔

(1) فیروز اللغات اردو، صفحہ: 916

(2) لسان العرب جلد 11، صفحہ: 71

۲ ...... غلط عوام چنانکہ لفظ ''تعینات'' بمعنی شخصے کہ تعین گردہ باشد بہ طرفے یا کارے، وایں محاورہ عوام است۔ (۱)

غلط العوام کی مثال، لفظ ''تعینات'' ہے۔ کسی شخص کا کسی کام پر تعین کرنا۔ یہ عوامی غلط ہے۔ جسے درست قرار نہیں دیا جا سکتا۔ جب لفظ ''تعین'' (To Appoint) مکمل معنی دے رہا ہے تو آخر پر الف اور تاء بڑھانے کی کیا ضرورت ہے۔ اسی کا نام جہالت ہے۔ غیر ضروری اضافے۔ لیکن سرکاری اہلکار کب باز آئیں گے۔ اس ''تعینات'' کے لکھنے اور بولنے سے۔ ان کی نوکِ قلم اور نوکِ زبان پر یہ غلط لفظ پختہ ہو چکا ہے۔

لفظِ محبت:

محبت کا لفظ بھی خوب رسوائے زمانہ ہے۔

اسکولوں کے بچے صبح اسمبلی میں مل کر دعا پڑھتے ہیں:

''لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری''۔ اس نظم کا آٹھواں مصرعہ ہے، علم کی شمع سے ہو مجھ کو محبت یا ربّ۔ محبت کے میم پر اکثر پیش (ضمہ) پڑھی جاتی ہے۔ جب بچپن سے زبان پر یہ غلط تلفظ پختہ ہو جائے گا، تو یہ بچے سیاسی لیڈر بن کر تقریریں کریں یا ٹی وی کی اسکرین پر اینکر پرسن بن جائیں، نیوز ریڈر ہو جائیں، گلوکاری کریں۔ انہوں نے محبت کو میم کے اوپر پیش دیکر ہی پڑھنا ہے۔

اے کاش! یہ لوگ بچپن میں دھیان سے قرآن کریم ہی پڑھ جاتے۔ انہیں معلوم ہوتا کہ محبت کے میم پر زبر (فتحہ) ہے۔ (وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي) (۲)

ناظرہ قرآن ہی، تلفظ کے لیے کافی ہے۔ کسی ڈکشنری کی ضرورت نہیں ہے۔

لفظ مثبت:

مثبت لفظ کوئی ٹی وی پر بیٹھ کر، جب میم پر زبر (فتحہ) سے بولتے ہیں، مثلاً: مَثبُت، تو ن

---

(۱) فیروز اللغات فارسی، صفحہ: 489

(۲) سورۃ طٰہٰ: 39

کر بہت افسوس ہوتا ہے۔ میم پر زبر درست نہیں، باء پر زبر (فتحہ) درست۔ بس لگے ہوئے ہیں، دانشور بن کے۔ حالانکہ اسکولوں سے ہی یہ لفظ، پڑھے پڑھائے جاتے ہیں۔ (مُثبَت جواب پختہ جواب)، صحیح ہے اور مثبت اور منفی۔

مُثْبَتْ: دراصل باب افعال سے ہے۔ اَثْبَتَ یُثْبِتُ اِثْبَاتًا. اس کے مفعول کا صیغہ مُثْبَت ہے۔ حضرت سلطان باہو رحمہ اللہ کے شعر کا مصرعہ ہے۔

نفی اثبات دا پانی ملیا۔
ہر رُکھے ہر جائی ہو

یہاں دیکھیں ''اِثبات'' بطور مصدر استعمال ہوا ہے۔ اور الف کے نیچے زیر ہے، زبر نہیں ہے۔ نفی سے مراد: لَا اِلٰہ، کوئی خدا نہیں ہے، سب کی نفی، سب کا انکار، سب بناوٹی خداؤں کے خلاف اعلانِ بغاوت۔ جیسا کہ حضرتِ اقبال رحمہ اللہ نے فرمایا:

اے کہ اندر حجرہ ہا سازی سخن
نعرہ لا پیش نمرودے بزن

''اے حجروں میں بیٹھ کر باتیں بنانے والے۔ باہر نکل کر کسی نمرود کے روبرو لا الٰہ کہہ۔ کہ تو خدا نہیں ہے۔'' (1)

اثبات سے مراد:

سب جھوٹے خداؤں کا انکار کرنے کے بعد ''اِلَّا اللہ'' کہہ۔ صرف ایک اللہ کا اقرار کر لے۔

نفی بے اثبات مرگِ اُمتاں

اِثبات واقرارِ خدائے واحد کے بغیر، نرا نفی کر دینا، کہ ہے ہی نہیں کوئی۔ اس سے امتوں کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ نفی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آدمی، خدائے حق تعالیٰ کا بھی منکر ہو جائے۔

(1) پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق، صفحہ: 19

لفظِ مسکت:

مسکت کا لفظ سکوت سے ہے، جس کا معنی خاموشی ہے۔ اس لفظ کے میم پر بھی، عموماً زبر (فتحہ) بولتے ہیں۔ مَسکت جواب دیا۔ یعنی ایسا جواب جو خاموش کروا دے۔ اب یہ لفظ اَسْکَتَ یُسْکِتُ اِسْکَاتًا، بابِ اِفعال سے ہے۔ جس کا صیغہ فاعل مُسْکِتٌ ہے۔ لہٰذا مُسْکِت بولنا چاہیے۔ میم پر پیش (ضمہ) کے ساتھ۔

لفظِ استحصال:

سیاسی لیڈر اس لفظ کو بہت استعمال کرتے ہیں۔ حکومت غریب عوام کا استحصال کر رہی ہے۔ اس لفظ کو اردو ڈکشنریوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔ اردو فیروز اللغات نے اس کا ماخذ عربی زبان لکھا ہے جو کہ بالکل جھوٹ ہے۔ یہ لفظ نہ عربی زبان سے آیا ہے، نہ فارسی زبان سے۔ دونوں زبانوں میں اس کا نام ونشان نہیں ہے۔ دوسرا فیروز اللغات نے یہ ظلم کیا کہ اس کا معنی لکھا ہے طلبِ حصول۔ تیسرا ظلم یہ کیا کہ اس کا انگریزی معنی لکھا (Exploitation)

اب ان تینوں جھوٹوں کی حقیقت دیکھیں:

اسے عربی زبان کا لفظ ظاہر کیا گیا۔

عربی زبان میں بابِ اِسْتِفعال کا ایک مادہ طلبِ ماخذ ہے۔

مثلاً: اِسْتَطْعَمَ، اس نے طعام طلب کیا۔

اِسْتَغْفَرَ، اس نے بخشش طلب کی۔

①...... اب ہمیں کوئی بتائے اِسْتَحْصَلَ کا کیا ہوا؟ اس نے حاصل طلب کی۔ ہے کوئی مفہوم اس جملے کا؟ یعنی حاصل کرنا بذاتِ خود طلب کرنا ہے۔ اور اس کے ماخذ کا معنی بھی طلب ہے۔ لہٰذا عربی قواعد کی رو سے، یہ لفظ غلط ہے۔

②...... اسی وجہ سے یہ لفظ نہ لغت عرب میں پایا جاتا ہے، نہ فارسی لغت میں، کسی مستند لغت میں آپ کو نہیں ملے گا۔ کہیں اہل زبان کے استعمال میں یہ لفظ نہیں دکھایا جا سکتا۔

④ ...... انگریزی میں اس کا معنی لکھ دیا (Exploitation) حالانکہ اس کا ترجمہ عربی ڈکشنری میں اِسْتِثْمَار اور اِسْتِغْلَال لکھا ہے۔ ①

اِسْتِحْصَال نہیں لکھا ہے۔

اِسْتَثْمَرَ: اس نے اس کا ثمر لے لیا۔ یعنی پھل (فروٹ) کسی کا، لے دوسرا گیا۔

اِسْتَغَلَّ: اس نے اس کا غلہ (اناج) لے لیا۔ یعنی غلہ کسی نے اگایا، اور لے اڑا کوئی اور۔

Exploit; To use unfairly (Webster,s Dictioary)

اصل لفظ ہے کیا؟:

یہ دراصل اِسْتِئْصَال ہے، اس کا مادہ اصل ہے۔ یعنی جڑ۔

① ...... اِسْتَئْصَلَ، اس نے اسے اصل سے، یعنی جڑ سے لے لیا۔ جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ ②

② ...... فارسی زبان والوں نے "اسْتِئْصال" کے بجائے، اسے آسانی کے لیے استیصال بنالیا۔ کیونکہ ہمزہ ساکن جھٹکے سے بولنا دشوار تھا، تو آرام سے ہمزہ کی جگہ یاء استعمال کرلی۔ استیصال کہنا آسان ہے۔ اور استِئْصال کہنا مشکل ہے۔

اس کا معنی وہی ہے جو عربی المنجد نے لکھا: از بُن بر کندن۔ جڑ سے باہر نکال لینا۔ ③

③ ...... ہماری تیسری دلیل یہ ہے کہ زبان وادب کے ماہر، سید مودودی رحمہ اللہ نے، اپنے پورے لٹریچر میں کہیں "استحصال" کا لفظ استعمال نہیں کیا، بلکہ "استیصال" کا لفظ ہی استعمال کیا ہے۔

④ ...... علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ "قَصُّ الشَّارِبِ" کے بحث میں کئی جگہ استئصال کا لفظ تحریر کیا، وَلَيْسَ بِالْاِسْتِئْصَالِ عِنْدَ مَالِكٍ. امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک مونچھوں کے بال، جڑ سے نہ اکھاڑے جائیں۔ ④

---

① المورد: انگلش، عربی، مطبوعہ بیروت

② المنجد عربی

③ فروز اللغات فارسی، صفحہ: 78

④ فتح الباری، جلد دہم، صفحہ: 426، کتاب اللباس

کچھ عربی الفاظ:

1: اَرْکَبُ: عظیم الرُّکبۃ. جس کا گھٹنا (گوڈا) (knee) بڑا ہو، اِرْکَبْ (بکسر اول (سوار ہوجا۔

2: اَرْجَلَ: عظیم الرِّجلِ، بڑے پاؤں والا۔ آرْجُلُ: (ضمہ جیم) رجل کی جمع؛ سب پاؤں۔

3: اِتْراب: اموالہ کعد دالتراب: اسکے مال کی کثرت وتعداد مٹی کی طرح ہے اَتْراب: ہم عمر۔

4: اَعْسَر: بائیں ہاتھ سے کام کرنے والا (Left Handed) اَعْصِرُ: میں نچوڑتا ہوں۔

5: اَکْوَعْ: مڑی ہوئی کلائی والا: سلمہ بن اکوع صحابی ہیں۔ اکوع بروزن اَرْفَعْ، اکُوعْ غلط ہے۔

6: اَحْنَفُ: ٹیڑھے پاؤں والا عظیم صحابی احنف بن قیس رضی اللہ عنہ، زبردست شخصیت۔ حلم وبردباری کے کوہ گراں۔

7: اَرْقَم: سیاہ وسفید رنگ والا سانپ، پہلا اسلامی مرکز: جو سیدنا ارقم کے گھر بنا، دار ارقم۔

8: اَیْمُ: سانپ، ایم اللہ: اللہ کی قسم۔ اِیِّمٌ، بیوہ عورت یا رنڈوا مرد۔

9: اِبْنُ طَبق: زرد رنگ کا سانپ: چھ دن سویا رہتا ہے۔ ساتویں دن بیدار ہوتا ہے جس پر پھنکارے فوراً مرجاتا ہے۔

10: الجُواد: جان لیوا پیاس، جواد: سخی: جَوّاد: بڑا فیاض۔

11: اَعْلَمُ: جس آدمی کا اوپر والا ہونٹ پھٹا ہوا ہو، عَلِمہ سے واحد متکلم: میں جانتا ہوں۔ اسم تفضیل۔

12: اَفْلَحُ: جس کا نچلا ہونٹ چرا ہوا ہو، اَفْلَحَ: وہ کامیاب ہوا۔

13: اَشْرَم: جس کے دونوں ہونٹ کٹے پھٹے ہوں۔

14: اَخْرَم: پھٹی ہوئی ناک والا۔

15: اَخْرَب: پھٹے ہوئے کان والا۔

16: اَشْتَر: پلٹی ہوئی یا پھٹی ہوئی پلک والا۔ مالک اشتر: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے رفیق خاص۔ جنگ

یرموک میں ان کی آنکھ ضائع ہوئی۔

17: اَلْعَیْنُ: سورج، پانی کا چشمہ، نقد رقم، بادل، مسلسل کئی روز تک برسنے والی بارش، جاسوس، ترازو کا پلڑا، اصل چیز، پسندیدہ چیز، دیکھنے والی آنکھ۔

18: اَلْمَوْلٰی: آقا، آزاد کرنے والا، آزاد کیا ہوا۔

19: اَلْعَمار: خوشبو، عمّار، قوی ایمان والا، عُمّار: وہ جنات جو مکانوں میں رہتے ہیں۔

عمّار: عظیم صحابی رسول۔

20: عاتقٌ: وہ عورت جو اپنے والدین کے ساتھ رہتی ہو، شادی نہ ہوئی ہو۔ آزاد کردہ غلام، کندھا۔

21: مَشَّاطَة: کنگھی کرنے والی کا پیشہ، بقول اقبال رحمہ اللہ حاجت مشاطہ نیست روئے دل آرام را۔ مِشاطَة: مشاطہ گری، مُشَاطَة: کنگھی کرنے کے بعد گرنے والے بال، جنہیں خواتین کوڑے میں پھینکتی ہیں۔

22: خُلاَلَة: دانتوں کے درمیان اٹکے ہوئے ریزے، جنہیں خلال کرکے نکالا جاتا ہے خِلَالَه، سچی دوستی۔

23: اَلنُّشَارَةُ: لکڑی چیرنے سے جو برادہ نکلتا ہے، مِنْشَارٌ: لکڑی چیرنے کا آرا۔

24: اَلْقُلَامَةُ: ناخن کا تراشہ، تقْلِیمُ الظُّفُرِ: ناخن تراشنا، مُقَلِّمه، مِقْلام: ناخن تراش (Clippers)

25: مِذکارٌ: جو عورت صرف بیٹے جنم دے۔ مذکر اسی سے ہے۔

26: مِئناثٌ: جو عورت صرف بیٹیاں جنم دے، مونث اسی سے ہے۔

27: مِعْقابٌ: جو ایک بار لڑکی اور دوسری بار لڑکا جنم دے۔ عقب سے ہے، باری باری پیچھے آنا۔

28: مِقْلاتٌ: جس عورت کے بچے پیدا ہونے کے بعد مر جاتے ہیں۔

29: مصْباح: وہ اونٹنی جو دن چڑھے تک کچھ نہ چرے۔ یونہی صبح کردے۔ چراغ۔

30: عِرْبَاض: سخت مزاج اونٹ، ایک صحابی کا نام بھی ہے۔

31:مُصَلِّي: نماز پڑھنے والا، گھڑدوڑ میں دوسرے نمبر پر آنے والا گھوڑا۔ مُصَلّٰی: نماز پڑھنے کی جگہ، جائے نماز۔ (حوالے فقہ اللغۃ، ثعالبی)

32:اَلعادِیُ: جس کام کی عادت ہو اس کا مادہ: ع ود، ہے۔ ①

33:اَلْعَادِیُ: دشمن، ظالم، اس کا مادہ ''ع دو'' ہے۔ اس کی جمع عداۃٌ ہے۔

وَاِذاما رِیَاحُ جُودِکَ هَبَّتْ
صَارَ قَوْلُ العُداۃِ فیها هَبَاءً

''جب تیرے جودوکرم کی ہوائیں چلیں، تو دشمنوں کی بات، ان میں غبار بن کے اڑی۔'' ②

34:المِکْثار: باتونی کثرت سے باتیں کرنے والا (Talkative)، عربی کا محاورہ ہے اَلمِکْثَارُ کحاطب لیلٍ، زیادہ بولنے والا، ایسے ہے جیسے رات کے اندھیرے میں جنگل سے لکڑیاں چننے والا۔ تاریکی میں لکڑی کے ساتھ، سانپ اور بچھو بھی گٹھڑی میں باندھ لے گا، جو اسے کاٹ کھائیں گے۔ اس سے شدید زخمی ہوگا یا موت کی نیند سلا دیا جائے گا۔

35:المِقْوال: اچھی گفتگو کرنے والا۔

36:اَلْمِلْحادَ: دین میں بہت طعن کرنے والا۔ ملحد سے ہے۔ اَلْمِلحادۃُ: آخر پر ھائے ہوز مبالغہ کی ہے، جیسے عَلَّامَۃٌ وَ نَسَّابَۃٌ.

37:اَلْمِعطَال: بے زیور رہنے والی عورت، عطل اس کا مادہ ہے۔

38:اَلْمِعطَاء: بہت زیاد عطا کرنے والا، جمع معاطی۔

39:اَلْمِحْسَان: بہت احسان اور بھلائی کرنے والا۔

40:اَلْمِکْرَام: لوگوں کی عزت کرنے والا۔ بہت فیاض۔

① المنجد

② البحتری، بحوالہ الفوائد صفحہ:220

لغاتِ عرب میں عمدہ تشبیہات

1: کَالْحَادِیْ وَلَیْسَ لَهُ بَعِیْرٌ:

ایسا حدی خوان، جس کا کوئی اونٹ نہ ہو۔ پرانے زمانے میں جب اونٹوں کو قطار میں لیکر چلتا تھا، تو سب سے پیچھے، وہ نغمہ خوانی نہایت سریلی اور بلند آواز سے گاتا ہوا چلتا تھا، اس کے پُر سوز نغمہ کی آواز سن کر، اونٹ بڑے لطف سے، مست ہو کر سفر جاری رکھتے تھے۔

مفہوم محاورہ: پرانے مال پر شیخی بگھارنے والا، اکثر سیاستدان اور حکمرانوں کی یہی حالت ہے۔ قوم سے لی ہوئی دولت پر ناز، ان کے کیا کیا نخرے اور پروٹوکول (Protocol) ہیں۔

2: کَمُبْتَغِی الصَّیْدِ فِیْ عَرِیْسَةِ الْأَسَدِ:

شیر کی کچھار میں شکار تلاش کرنے والے کی طرح؛ اس کا اردو محاورہ یہ اچھا ہے۔ ہاتھی سے گنے مانگنا۔ یہ مثال ہمارے عوام کی ہے، جو بار بار گھسے پٹے، آزمائے ہوئے لیڈروں کو ووٹ دے کر ان کے لیے بھنگڑے ڈال کر، ان کے لیے شیرینی بانٹ کر، انہیں اسمبلیوں میں بھیجتے ہیں، پھر جب وہ عوام کا مال کھا کھا کر ہاتھی بن جاتے ہیں، تو ان کی سونڈ سے گنا لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ خراطیم القوم بن کر، وہ گنا کب چھوڑیں گے؟۔ یا تو پہلے ہی انہیں پال پال کر ہاتھی نہ بنایا ہوتا، اپنے جیسا رہنے دیتے، جسے ووٹ دیکر شیر بنا دیا، اب وہ کچھار میں کسی کو گھسنے دے گا۔ [1]

3: کَالرَّاقِمِ عَلَی الْمَآءِ:

پانی پر لکھنے والے کی طرح۔

[1] اسرار البلاغۃ جرجانی: 71

یعنی جس طرح پانی پر کوئی جملہ لکھیں تو ساتھ ساتھ مٹتا جاتا ہے، یہ بے وفائی اور ناپائیداری کی مثال ہے، لہٰذا عوام کو چاہیے کہ ایسے لیڈروں سے جان چھڑا لیں، جن میں وفا نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔

ہم کو ان سے وفا کی امید ہے
جو نہیں جانتے کہ وفا کیا ہے (۱)

پانی، مٹی اور آگ کا موازنہ، ایک انداز سے:

(۱): پانی پر لکھنے کا انجام: (۲): مٹی پر لکھنا:

میں نے تو یونہی خاک پر پھیری تھیں انگلیاں
دیکھا جو غور سے تیری تصویر بن گئی

یعنی مٹی نے پانی کی طرح بے وفائی نہیں کی، کچھ تو نتیجہ نکلا۔

آگ کا پتلا جسے یہی فخر تھا (انا خیرٌ منہُ) میں اس سے بہتر ہوں، (خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَّخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ (۲)، آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اسکو مٹی سے، یہاں بھی جیت مٹی کی ہوئی اور آگ کی برتری جتانے والا ملعون قرار پایا، لہٰذا پانی، مٹی اور آگ تینوں میں سے برتری، مٹی کو نصیب ہوئی، جس سے ہمیں نفرت ہے، یہ کمال مٹی کی عاجزی سے ملا ہے۔

عربی زبان کے کچھ اشعار:

وَلَوْ لَبِسَ الْحِمَارُ ثِيَابَ خَزٍّ
لَقَالَ النَّاسُ يَا لَكَ مِنْ حِمَارٍ

”اگر گدھا ریشم کا لباس پہن لے تو لوگ حیرت کے مارے یہی کہیں گے، تعجب ہے! تیری حرکت پر۔“

(۱) دیوان غالب:158
(۲) سورۃ ص:76

تَرْجُو النّجاۃَ وَلَمْ تسلُكْ مسَالكَها
انّ السفينَةَ لا تجْرِیُ علی اليبْسِ

”تو نجات کی امید لگائے بیٹھا ہے، جبکہ تو مسافران حق کا راہی نہیں ہے، یاد رکھ! سفینہ ہمیشہ پانی پر تیرتا ہے، خشکی پر نہیں۔“

وَنارٌ لَوْنفخْتَ بهَا اضاءَتْ
ولكن انتَ تنْفُخُ فی رمادِ[1]

”جس راکھ میں تو پھونکیں مار رہا ہے، اس میں کوئی معمولی دبا ہوا شرارہ ہوتا تو ضرور بھڑک اٹھتا، روشن ہوتا مگر افسوس وہ خالی راکھ ہی ہے۔“

کہاں سے آئے صدا لا الٰہ الا اللہ

لاتحْسَبُوْا اَنَّ رقصی بينَكم طرِب
فالطّيرُ يرْقُصُ مذْبوُحًا مِنَ الْاَلَمِ

”اپنے درمیان میں، میرے تڑپنے کو، خوشی کا رقص نہ سمجھو، پرندہ جب ذبح کیا گیا ہو تو درد سے تڑپ رہا ہوتا ہے، وہ سرور و نشاط کا ناچنا (Dance) نہیں ہوتا۔“

وَغيْرُ تقِیٍّ يأمر النّاسَ بِالتُّقیٰ
طَبِيْبٌ يُداوِیُ والطبيب مَرِيضُ

”جو خود پرہیز گار نہیں ہے، وہ لوگوں کو تقوے کا درس دے رہا ہے، طبیب (ڈاکٹر) خود بیمار ہے اور دوسروں کا علاج کرنے بیٹھا ہے۔“

ہم نہ تھے آگاہ واعظ! زشت خوئی سے تری
آدمی تجھ کو سمجھ کر پاس آبیٹھے تھے ہم
میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب

---

[1] لَقَدْ اَسْمَعْتَ لَوْ نَادَيْتَ حَيًّا وَلٰكِنْ لَا حَيَاۃَ لِمَنْ تُنَادِیُ
کاش! تو کسی زندہ کو آواز دیتا، اب تو جسے ندا دے رہا ہے، وہ تو زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے۔

اسی عطار کے لونڈے سے دوائی لیتے ہیں
؎ الفاظ کے مرہم سے شفا دینے چلے ہیں
ان تازہ مسیحاؤں کا اعجاز تو دیکھو

واذا اراداللّٰہُ نشرَ فضیلۃٍ
طُوِیتْ اتاح لَھا لسانَ حَسُوْدٍ

''جب اللّٰہ کسی کی فضیلت کونشر کرنا چاہتا ہے،توفضیلت اور بزرگی لپیٹ دی جاتی ہے(جیسے کتاب لکھنے کے بعد بند کر دی جائے، پھر پڑھنے پڑھانے کے لیے اسے کھول دیا جائے)اور حاسد کی زبان کو،اللّٰہ کھول دیتا ہے،زبانِ حاسد نشرِ فضیلت کا باعث بن جاتی ہے۔''

لَوْلا اشتمالُ النارِ فیما جاوَرتْ
ما کان یُعْرَفُ طیبُ عَرْفِ العُودِ

''اگر عود کو آگ کا ہمسایہ ہونا نصیب نہ ہوتو اسکی خوشبو اور مہک،آشکار نہ ہوسکے۔''
آگ سے اگر کو جلائیں گے تو اس کی خوشبو مہک اٹھے گی۔اقبال فرماتے ہیں:

؎ تندیٔ باد مخالف سے نہ گبھرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے

قد تُنْکرُ العینُ ضَوْءَ الشمس من رَمَدٍ
و یُنْکرُ الفَمُ طعم الماءِ من سقم

''کبھی آشوب چشم میں مبتلا شخص کی آنکھ،سورج کی روشنی کو برا جانتی ہے۔کبھی بیمار کے منہ کا بدلا ہوا ذائقہ،میٹھے پانی کو کڑوا کہتا ہے۔''

وَمَنْ یَکُ ذَا فَمٍ مُرٍّ مَرِیْضٍ
یَجِدْ مُرًّا بِہٖ الْمَآءَ الزُّلَالَا

''جس بیمار کا منہ بیماری کی وجہ سے کڑوا ہو،اسے صاف شفاف،میٹھا اور خوشبودار

پانی کڑوا محسوس ہوگا۔"

تشریح:

دیوان متنبی کے شارح علامہ عبدالرحمن الغوی البرقوقی نے ،اس شعر کے تحت لکھا ہے: کہ میرے حاسدین میرے عیب بتاتے ہیں ،میری مذمت کرتے ہیں ،کیونکہ وہ میرے علم و فضل اور مقام شعر کا ادراک و شعور نہیں رکھتے ،اگر ان کے حواس صحیح ہوتے ،تو ضرور میری فضیلت کو سمجھتے حاسدین کو مریض کے تلخ ذائقہ دہن سے تشبیہ دی ہے ،جس کا قصور اپنا ہوتا ہے اور نقص پانی میں بتاتا ہے کہ وہ کڑوا ہے۔ (1)

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

وما لِلتَّانيثِ لِاسْمِ الشمس عيبٌ

ولا التذكيرُ فخرٌ للهلال

"شمس (سورج) کا (عربی زبان) میں مونث ہونا ،کوئی عیب کی بات نہیں ہے اور نہ ہلال (پہلی رات کا چاند) کا مذکر ہونا ،کوئی فخر کی بات ہے۔ شمس اور ہلال کا روشنی کے حوالے سے فرق واضح ہے ،کہ کون سا ان دونوں میں سے فضیلت میں بڑھا ہوا ہے۔"

كَاَنَّهُ وكَاَنَّا لكاسَ في فمهِ

هلال اَولِ شَهرٍ غابَ في شفقٍ

"وہ اور اس کے منہ میں جام ،ایسے غائب ہوا جیسے مہینہ کی شب اول کا چاند ،سرخی سرشام میں چھپ جاتا ہے۔"

اِنّي رَاَيتُكَ لِيَ لومي تُعانِقُني

كما تعانقُ لامُ الكاتِبِ الالِفَا

(1) شرح دیوان المتنبی دوم:245

''میں نے تجھے خواب میں دیکھا کہ تو مجھ سے معانقہ (گلے مل رہا ہے) کر رہا ہے، لیکن معانقہ ایسا تھا جیسے الکاتب کا لام، الف سے گلے مل رہا ہو، یعنی ''لام'' ویسے تو الف؛ لام بالکل قریب کھڑے ہیں، لیکن ایک دوسرے سے گلے لگ کر نہیں ملے، یہ تھا ہمارا تمہارا معانقہ، حالت خواب میں۔''

بَكَتِ السَّمَآءُ بِهَا رَذَاذُ دُمُوْعِهَا
فَغَدَ تَتَبَسَّمُ عَن نُجُومِ سَمَاءِ

''آسمان نے رو کر (ہلکی سی بارش) پھوار کے آنسو بہائے۔ تو آسمان میں ستارے مسکرا اُٹھے۔'' یہ عربی اشعار ہم ''اسرار البلاغة'' سے نقل کر رہے ہیں۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے علوم قرآن و علوم بیان پر ''کتاب الفوائد'' لکھی، گذشتہ شعر سے ملتا جلتا انہوں نے شعر کہا:

اِنَّ هٰذا الربیعُ شیْءٌ عجیبٌ
تضْحكُ الارض من بُكَاءِ السَّمَآءِ

''یہ موسم بہار عجیب چیز ہے آسمان کے رونے سے، زمین ہنستی ہے۔''(۱)

علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ نے اس شعر کو فارسی میں لائے ہیں:

ہر آنچہ بست میان ارم ہم شداد
سر شک ابر پراگندہ کرد در بستان

یعنی باغ میں شداد نے جو چیزیں فراہم کی تھیں، بادل کے آنسوؤں نے وہ سارے باغ میں پھیلا دیں، یعنی بارش برسنے سے سارا بوستان ہرا بھرا ہو گیا۔(۲)

هوِّنْ عليكَ فإنَّ الامورَ
بكفِّ الالٰه مَقَادِيْرُهَا

(۱) کتاب الفوائد: 147

(۲) شعر العجم: 37

"اپنے آپ کو آسانی میں رکھ (خواہ مخواہ مشکلات کو دعوت نہ دے) ہر معاملے کی تقدیر اور قسمت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔"

"امریکہ میں یہ جملہ کثرت سے مستعمل ہے۔Take at easy یعنی حوصلے اور تحمل سے کام لو، پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

وَلَبَاسِقَاتٍ رَفَعَتْ اَكُفَّهَا

تَسْتَنْزِلُ الغيثَ و تطلُبُ الندیٰ

درخت دست بدعا ہے، بارش اور شبنم کی درخواست لیے ہوئے ہیں۔ تشریح: علوم طبعیہ (Physical sciences) نے بھی ثابت کیا ہے کہ جنگلات بارش کا سبب ہوتے ہیں، مذکورہ شعر میں مثال ہے کہ وہ دعائیں کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ان کی بھی قبول کرتا ہے۔

تَمْتَلِجُ الكربون مِن ضرعِ الهوا

تُوثِرنا بالاكسيجين المنتهى

"یہ درخت ہوا کے پستانوں سے کاربن چوستے ہیں ہمیں صاف ستھری آکسیجن سے نوازتے ہیں۔"

تشریح:

درختوں کی شاخیں، فضا سے، کاربن گیس چوستی اور غذا لیتی ہیں اور وہ کاربن گیس ہمارے لیے زہر ہے، یعنی درخت خود اپنے لیے زہر خوری کرتے ہیں اور پاکیزہ آکسیجن ہمیں عنایت کرتے ہیں، جو ہمیں فضا سے ملتی ہے اور ہماری سانس کے ذریعے ہمارے جسم میں جا کر ہمارے خون کو صاف کرتی ہے۔ مذکور شعر میں مثال سے سمجھایا گیا ہے کہ کونسی گیس انسان کے لیے نقصان دہ ہے اور کون سی نہیں ہے۔

قیام اکتسابی اور قیام فطری:

1: قامَ زیدٌ: زید کھڑا ہوا: یہ زید کا قیام، اس کا اختیاری فعل ہے: اکتسابی ہے۔

آتی تھی مکھیاں اس کے منہ کے قریب آتی تھیں تو اس کے دہن کے زہریلے مہک سے مر جاتی تھیں۔ایک بار اس نے سیب (Apple) کا ٹا اور باقی اپنی بیوی کی طرف پھینکا،اس نے چھری منگوائی اور جہاں خاوند عبدالملک کے دانت لگے تھے،وہاں سے وہ حصہ کاٹ دیا خاوند نے بیوی سے پوچھا: یہ کیا کیا ہے؟۔اس بے چاری نے کہا: أُميطُ عنها الاذیٰ، میں تکلیف دہ حصہ کو کاٹ رہی تھی۔ فَطلقَها من وقتِه.اسی وقت اس نے اسے طلاق دے دی۔منہ کے زہریلے مہک سے مکھیاں مرنے کی وجہ سے اسکی کنیت ہی ''ابوالذبان'' (مکھی مار) پڑگئی۔[1]

اب اگر کوئی ابو کا معنی باپ ہی کرے تو مکھیوں کا باپ،کیسے ممکن ہے؛ لٰہذا ''ابوالذبان'' مکھیوں والا ہوگا۔جس کی تفصیل ذکر ہو چکی ہے۔ذبان جمع ہے ذباب کی اس کی جمع اَذِبَۃٌ بھی ہے۔قرآن کریم میں ہے (وَإِن يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنقِذُوهُ مِنْهُ)[2] اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے جائے تو وہ اسے چھڑا بھی نہیں سکتے،یعنی بتوں سے چھین لے۔

علامہ زمخشری نے لکھا ہے:

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک بار سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: اے بنو ہاشم !کیا وجہ ہے تمہارے خاندان کے لوگوں کی نظر اور بینائی کمزور ہو جاتی ہے؟ابن عباس نے جواب دیا: بدلاً مما تُصابونَ فی بَصَائِرِکم: ہماری جو بصارت کمزور پڑ جاتی ہے تو اس کے بدلہ میں آپ کے خاندان کی بصیرت ودانائی جواب دے جاتی ہے۔[3] یہاں بصارت و بصیرت کا فرق واضح ہوا۔

یا من یعیبُ وعیبُه مُتَشَعِّبٌ
کم فیك من عیبٍ وانت تعیبُ

[1] اثمار القلوب:215

[2] الحج:37

[3] ربیع الابرار ثانی،صفحہ:300

اے وہ شخص! جو دوسروں میں عیب اور نقص تلاش کرتا پھرتا ہے، حالانکہ خود برائیوں کا پلندا تیرے چاروں طرف، عیوب بکھیرے ہوئے ہیں، تیرے اپنے اندر کتنے عیب ہیں اور تو دوسروں میں کیڑے نکالنے کا ٹھیکہ لیے ہوئے ہے۔ ①

بہادر شاہ ظفر نے کہا ہے:

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنے خبر
رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر
پڑی اپنی برائیوں پر نظر
تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا ②

انسان جب دوسروں کو دکھ دیتے ہیں تو فارسی شاعر نے بہت خوب کہا ہے:

مسکین خر، اگرچہ بدتمیز است
چوں بار ہمی برد عزیز ست
گاوان و خران بار بردار
بہ ز آدمیان مردم آزار

گدھا (Donkey) جسے عرب لوگ حمار کہتے ہیں، یہ مسکین گدھا اگرچہ بے ادب اور بدتمیز ہے اور جاہل ہے، لیکن جب ہمارا بوجھ اٹھا کے چلتا ہے تو پیارا لگتا ہے۔ یہ سارے بیل اور گدھے جو لوگوں کے بوجھ اور وزن اٹھاتے پھرتے ہیں۔ ان آدمیوں سے کئی گناہ زیادہ بہتر ہیں اور اچھے ہیں۔ جو دوسرے انسانوں کو تکلیفیں پہنچاتے رہتے ہیں۔

ایک عربی شاعر (احمد مطر) نے کہا:

يُضحكُني العميان
حين يقاضون الالوان

① الکامل: 272
② کلیات ظفر

''مجھے اندھوں نے بہت ہنسایا، جب وہ رنگوں کے فیصلے کر رہے تھے۔''

یعنی خود اندھے ہیں، نظر آتا کچھ نہیں، مگر فیصلے کر رہے ہیں کہ یہ رنگ سرخ ہے، وہ سبز ہے، وہ نیلا ہے، یہ پیلا ہے: حالانکہ رنگوں (Colors) کا فیصلہ کرنے کے لیے آنکھیں سلامت ہونی چاہیے۔

وَذِیْ سَفَهٍ یُخَاطِبُنِیْ بِجَهْلٍ
فَاکْرَهُ اَنْ اَکُوْنَ لَهُ مُجِیْبًا
یَزِیْدُ سَفَاهَةً وَاَزِیْدُ حِلْمًا
کَعُوْدٍ زَادَ بِالْاِحْرَاقِ طِیْبًا

''ایک بیوقوف آدمی بدتمیزی سے، مجھ سے مخاطب ہو کے بولنے لگا، تو اسے جواب دینا مجھے گوارہ نہ ہوا، وہ حماقت میں بڑھتا گیا اور میں حلم بردباری میں اضافہ کرتا گیا، میری مثال ایسے ہو گئی جیسے عود (خوشبودار لکڑی جسے اگر کہتے ہیں) کو آگ سے جلایا جائے تو مزید خوشبو پھیلتی ہے۔ (1)

یہی الفاظ تھوڑے تغیر لفظی کے ساتھ دیوان امام شافعی رحمہ اللہ میں بھی صفحہ 20 پر درج ہے۔

نامناسب ہے اے دل ناداں
اک جذامی ہنسے زکامی پر

یعنی جس کا سارا بدن کوڑھ سے بھرا پڑا ہے، وہ اس کا مذاق اڑا رہا ہے، جسے معمولی نزلہ و زکام ہو گیا ہے، یعنی اپنا سارا تن بدن بیمار اور زخمی ہے، جبکہ عیب نکالے جا رہا ہے، زکام والے شخص کا، کہ دیکھیں جی چھینکتا کیسے ہے؟۔

شکوہ ظلمت شب سے تو کہیں اچھا تھا
کہ اپنے حصے کی کوئی شمع جلاتے جلاتے

(1) دیوان علیؓ: 23

علامہ اقبال رحمہ اللہ جیسا عظیم مفکر اور شاعر اسلام، اپنے زمانے کے معاصرین میں علمی و فکری سبقت لے جانے کے باوجود، حتی کہ ان کے اساتذہ ان کی عظمت کے معترف ہوئے اپنے اندر کیا شان فقر رکھتے ہیں:

تمام مضمون مرے پرانے
کلام میرا خطا سراپا
ہنر کوئی دیکھتا ہے مجھ میں
تو عیب ہے میرے عیب جو کا [1]

کس قدر کسر نفسی ہے؟ یعنی میرے سارے مضامین اور میرا کلام، کوئی انوکھی چیز نہیں ہے، بلکہ مجھ سے پہلے قدیم شعراء میں وہ سب خوبیاں موجود ہیں، آج اگر کوئی میرا عیب جو (Critic) میرے کلام میں کوئی خوبی پاتا ہے تو اس نے نکتہ چینی کا حق ادا نہیں کیا، کیونکہ کوئی بھی خوبی میری اپنی پیدا کردہ نہیں ہے۔

یہ تھی وہ عظمت کہ اپنی بڑائی بیان نہیں کی، بلکہ اگلے وقتوں کے صاحب کمالات کا اعتراف کیا، ورنہ ہم جیسے کم ظرف لوگ، دوسروں کی خوبیاں چرا کر اپنے نام کر لیتے ہیں، اور بڑیں ہانکتے پھرتے ہیں۔

تین چیزیں دوسروں کا دل جیت سکتی ہیں:

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تین چیزیں، دل جیتنے کا باعث ہو سکتی ہیں:

1: ان تُبْداء بالسلام: کہ تو سلام کرنے میں پہل کرے۔

2: وتوسع له في المجلس: مجلس میں آنے والے کے لیے گنجائش پیدا کرے۔

3: وتدعو بأحب الاسمآء: اسے خوبصورت نام سے بلائے۔

---

[1] بانگ درا: 102

امیدوں کی سانسوں کا خون کر رہے ہوتے ہیں۔ (1)

بقول سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آج بھی غریب لوگ، امیروں کے دروازوں پر یونہی حسرتوں سے پڑے رہتے ہیں اور جب کوئی پوچھے کہ صاحب مل سکتے ہیں، اکثر جواب ہوتا ہے صاحب باتھ روم میں ہیں، اگر ان کے دفتر جا کر پوچھیں تو عموماً جواب ملتا ہے، کہ صاحب میٹنگ میں ہیں ،یعنی جس عوام کی خدمت ان کے ذمہ لگائی گئی، اسی عوام کے لیے ان حکمرانوں کے پاس وقت نہیں ہوتا بس اپنے آپ کو سنوارنے یا اپنے بچوں اور بیگمات کی فرمائشیں پوری کرنا، اپنا فرض سمجھ لیا جاتا ہے، مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسے نہ تھے۔ ہمارے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم ایسے نہ تھے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی اپنی حالت:

''الکامل فی اللغۃ الادب'' سے کچھ چیزیں اس لیے نقل کر رہے ہیں کہ اس کے مولف کا تعارف ابتدا میں یہ لکھا گیا ہے،

کان اماما فی النحو، واللغة، علامة، وسيمًا، فصيحًا، مفوها، اخباريًا، موثوقًا بروايته.

علم نحو اور علم لغت کے امام تھے، علامہ بہت خوبصورت، زبان پر قدرت رکھنے والے، بلیغ، مورخ اور ان کی بیان کردہ روایات قابل اعتماد قرار دی گئیں ہیں لکھتے ہیں۔

ربیع بن زیاد الحارثی نے بیان کیا کہ میں سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا (عامل) حاکم بحرین تھا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بار ابوموسی رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ وہ خود بھی اور ان کے ماتحت سارے گورنروں کے ہمراہ مدینہ میں حاضر ہوں اور اپنے اپنے عہدوں پر قائم مقام مقرر کر کے آئیں۔

جب ہم مدینہ میں پہنچے تو میں سیدھا ''یرفا'' (خادم عمر) کے پاس گیا۔

میں نے کہا: اے یرفا! ایک مسافر آپ سے راہنمائی چاہتا ہے۔ یہ بتایئے امیر المؤمنین (عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب) اپنے گورنروں کو کس حال میں دیکھنا پسند کرتے ہیں؟ اس نے اشارتا

(1) الکامل: 67

کہا: سادگی سے۔

میں نے اوپر نیچے موزے پہنے، اون کا کرتہ پہنا، سر پر سادہ پگڑی لپیٹ لی۔ ہم سب ان کے سامنے صف بستہ پیش ہوئے۔ ہم سب کو غور سے دیکھا، زیادہ نظریں مجھ پر گاڑ دیں، پھر مجھے صف میں سے بلایا اور پوچھا: تو کون ہے؟ میں نے بتایا: ربیع بن زیاد الحارثی ہوں۔ فرمایا: تو کہاں کا حکمران ہے؟ میں نے بتایا: جی میں بحرین کا حاکم ہوں۔ پھر پوچھا؛ تیری تنخواہ کتنی ہے؟

میں نے عرض کیا: ایک ہزار۔

فرمایا یہ تو زیادہ ہے۔ اتنی کا کیا کرتا ہے؟

میں نے کہا: اپنی ضروریات پر خرچ کرتا ہوں اور اپنے رشتہ داروں کا بھی خیال کرتا ہوں اور جو پیسے بچ جائیں تو وہ غریب مسلمانوں کو دے دیتا ہوں۔

پھر فرمایا: تب کوئی حرج نہیں، چلو اپنی جگہ پر واپس کھڑے ہو جاؤ۔

میں واپس قطار میں آ کھڑا ہوا پھر ہم سب کو بغور دیکھتے رہے، لیکن زیادہ توجہ میری طرف ہی رہی۔ مجھے دوبارہ قطار سے بلا لیا پوچھا: تیری عمر کتنی ہے؟

میں نے بتایا: پینتالیس (45) سال ہے۔

فرمایا: اب بات مستحکم اور مضبوط ہو گئی ہے۔

پھر کھانا منگوایا، میرے دیگر ساتھی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے وہ عیش کوش تھے، میں نے بھوک کا اظہار کیا تو اونٹ کے گوشت کے پارچے پکے ہوئے لائے گئے۔ میرے ساتھی گورنروں نے اپنے منہ بسورنے شروع کر دیے، میں مزے لے لے کر کھاتا رہا اور نظریں چرا کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو بھی دیکھتا رہا، پھر میری زبان سے بے ساختہ ایسی بات نکل گئی، بعد میں پچھتاتا رہا، کاش! میں زمین میں دھنس جاتا اور یہ نہ بولتا میں کہہ بیٹھا:

اے امیر المؤمنین لوگوں کی تمنا ہے کہ آپ اپنا خیال رکھا کریں، ذرا نرم لباس و طعام استعمال کر لیا کریں۔

یہ سنتے ہی مجھے ڈانٹ پلائی اور فرمایا: یہ تجھے جرأت کیسے ہوئی؟

میں نے عرض کی میرا صرف یہ کہنا ہے، جو روٹی آپ کے لیے تیار کی جائے ایک روز پہلے اس پسے ہوئے کو دیکھ لیا جائے، تاکہ نرم اور تازہ روٹی آپ کو مل سکے۔ اسی طرح پکنے والے گوشت کو بھی ایک روز پہلے چیک کر لیا کریں تاکہ تر و تازہ بھنا ہوا گوشت آپ کو میسر آ سکے۔

میرے جواب سے ذرا سکون میں آئے تو فرمایا: بس تجھے اتنی سی پریشانی ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں!

پھر فرمایا: اے ربیع! اگر ہم چاہیں تو یہ سارے آنگن بھنے ہوئے گوشت سے، میدے کی چپاتیوں سے اور عمدہ کھانوں سے بھرے ہوئے اپنے پاس رکھ سکتے ہیں، لیکن میں دیکھتا ہوں کہ بے شک اللہ روز محشر کچھ لوگوں کی نفسانی خواہشات کو برا جانتے ہوئے فرمائے گا:

(أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا) (۱)

"تم اپنے حصے کی نعمتیں اپنی دنیا کی زندگی میں ختم کر چکے ہو۔"

اس کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ربیع کو بحرین کی گورنری پر برقرار رکھنا۔ اور اس کے علاوہ سب گورنروں کو فارغ کر دو۔ ان کی جگہ اللہ سے ڈرنے والے گورنر مقرر کر دو۔ (۲)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا رہن سہن:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اکثر اپنے کمبل میں لپٹ کر، مسجد کے کونے میں سو جاتے، جب ایرانی شہنشاہ کا وزیر مدینہ میں آیا تو لوگوں سے پوچھتا پھرتا کہ عمر رضی اللہ عنہ کدھر ہیں؟ لوگ کہتے ابھی ادھر سے گزرے تھے، سفیر ایران مدینہ کی گلیوں میں گھومتے رہے۔ سوچ رہا تھا کہ یہ کوئی بڑی شخصیت نہیں ہے۔ بالآخر تلاش کرتے کرتے مسجد میں پہنچا، تو وہ تنہا مسجد کے گوشے میں سو رہے تھے۔ مرزبان دیکھتے ہی پکار اٹھا: خدا کی قسم! یہ خوش قسمت بادشاہ ہے، جسے حفاظتی گارڈ کی

(۱) الاعراف: 20

(۲) الکامل: 112

ضرورت ہی نہیں ہے۔

جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اٹھ بیٹھے تو ایرانی سفیر کا دل انکی ہیبت سے بھر گیا۔ خداوند عالم نے انہیں تقویٰ کے رعب سے خوب نوازا تھا۔ (۱)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان عالی:

علّموا اولادکم العومَ والرمایۃَ ومروھم فلیثبوا علی الخیل وثبًا وَرَوّوھم ما یجمُلُ من الشعر و فی حدیث آخر: و خیر الخلق للمرأۃِ المغزَلُ (۲)

اپنے بچوں کو تیراکی اور فن تیراندازی سکھایا کرو، انہیں گھڑسواری کی مشق کراتے رہا کرو، اور عمدہ شعر روایت کرنے کی رغبت دلاتے رہو۔ دوسری حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

عورت کی بہترین خوبیوں میں سے یہ ہے کہ وہ چرخہ کاتنا جانتی ہو۔ ایک اور روایت میں ہے: علّموھنّ المغزَل۔ (لغات الحدیث) ۔عورتوں کو چرخہ کاتنا سکھاؤ۔ (کیونکہ یہ بہت عمدہ اور کارآمد صنعت ہے)۔

اس فرمان فاروقی میں مسلمانوں کی ترقی کا راز یہ بتایا کہ اپنی آنے والی نسلوں کو یہ چار چیزیں، نوجوانوں کو سکھاتے رہو، اور ایک چیز جوان بیٹیوں کو بطور ہنر اور فن کے سکھاتے رہو۔

جب بچے مدارس میں پڑھنے کے قابل ہو جائیں تو انہیں ساتھ ساتھ تیراکی (Swimming) سکھانا شروع کر دیں۔

العومُ: کا لفظ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ لغت عرب میں اس کا معنیٰ (السباحۃ) لکھا ہے۔

یُقالُ: العوم لا یُنسیٰ: کہا جاتا ہے کہ تیراکی بھولتی نہیں ہے۔ ایسے ہی صحاح جوہری میں ذکر ہے۔

---

(۱) الکامل: 185

(۲) الکامل: 185

اس بارے میں حدیث ہے: عَلّمو اولادکم العوم، اپنے بچوں کو شناوری سکھاؤ۔

بعض علمائے لغت العوم اور السباحۃ، کو ایک جیسا بتاتے ہیں اور بعض ان دونوں لفظوں کے مفہوم میں فرق کرتے ہیں "السبح" کا معنی صرف سطح آب پر تیرنا اور "العوم" کا معنی سطح آب پر تیرنا اور پانی کے اندر کی تہہ میں تیرنا دونوں شامل ہیں۔ [1]

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں یہ لکھا ہے: انسانی تعلیم وتربیت دینے والے اساتذہ کے نزدیک مشہور ہے کہ تیراکی انسانی جسم کی نشوونما کے لیے بہترین ورزش ہے۔

یہ ایک تاریخی مشغلہ ہے۔ غرقاب ہونے سے زندگی بچانے کا ذریعہ بھی ہے۔

ایک لطیفہ:

دور طالب علمی میں یہ لطیفہ ایک بزرگ نے سنایا تھا، ایک دفعہ دینی مدارس کا طالب علم کشتی میں سوار ہوا، تو ملاح سے پوچھنے لگا، کیا آپ نے صرف ونحو پڑھی ہے؟

ملاح نے کہا: نہیں پڑھی:

طالب علم کہتا ہے: افسوس کہ آپ نے اپنی آدھی زندگی برباد کردی ہے۔

بدقسمتی سے دریا میں طوفان آجاتا ہے، تو ملاح نے طالب علم سے پوچھا کیا تم تیرنا جانتے ہو؟ طالب علم نے جواب دیا: میں نہیں جانتا۔

تب ملاح نے کہا: میں نے صرف ونحو نہ پڑھ کر اپنی آدھی زندگی گنوادی ہے اور آپ نے تیراکی نہ سیکھ کر ساری زندگی گنوادی ہے۔ یعنی طوفان میں کشتی الٹ جائے گی تو میں تیر کر اپنے آپ کو بچالوں گا اور آپ پانی میں ڈوب مریں گے کیونکہ آپ کو تیرنا نہیں آتا۔

یہ بظاہر ایک لطیفہ نظر آتا ہے، مگر حقیقت کے بالکل قریب ہے۔ اس لطیفے کی روشنی میں فرمان عمر رضی اللہ عنہ کی اہمیت کا پتہ چل جاتا ہے۔

دوسرا لفظ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے: الرِمَایَۃ فرمایا ہے۔

---

[1] تاج العروس، جلد: 17، صفحہ: 501

اس زمانے میں اپنے آپ کا بچاؤ کرنے کے لیے بہترین ذریعہ تیر اندازی تھا۔ ہر فرد اپنی حفاظت کے لیے تیر اور کمان تیار رکھتا تھا۔ انسان کو تنہا جنگل سے گزرنا، شکار کرنا وغیرہ کی ضرورتیں پڑتی تھیں تو اپنا حفاظتی انتظام ساتھ ہوتا تھا، کہیں کوئی جنگلی درندہ یا درندہ صفت انسان حملہ آور نہ ہونے پائے۔

یہ نشانہ بازی کا فن آج کی ترقی یافتہ شکل میں فائرنگ (Firing) شوٹنگ (Shooting) وغیرہ کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ حکومتیں اپنی افواج کو اور پولیس کو اس فن کی باقاعدہ تربیت دیتی ہیں۔ آج اگر ملکوں میں حکومتوں کی گرفت مضبوط ہوگی تو عوام الناس پُرسکون رہیں گے، جن ملکوں میں حکومت کمزور اور بزدل ہوگی وہاں لوگوں کو اپنے آپ کا خود دفاع کرنا پڑتا ہے۔

آج کی مہذب دنیا میں بہترین صورت تو یہی ہے کہ ہر ملک کی حکومت سخت عادلانہ نظام قائم کرے، جب عوام کو انصاف اور حق با آسانی ملتا ہو تو کسی کو انفرادی طور پر خوف ہو نہ اسے اپنے حفاظتی انتظامات کرنے پڑیں۔

جمہوری ملکوں میں یہ آسانی ہے کہ عوام شعور سے ان کو منتخب کریں جو ان کا واقعی خیر خواہ ہو۔ بازی گر حکمرانوں سے کسی نہ کسی طرح جان چھڑالیں۔ بہرکیف نشانہ بازی کا فن ہر شہری کو حکومت سکھائے تاکہ دفاع وطن کے کام آسکیں، نہ کہ ہر ایک کو اسلحہ لائسنس دیکر باہم خانہ جنگی کروادی جائے۔ مسلمان حکومتوں کو ملکی دفاع کے لیے ملکی باشندوں کو ایسی ٹریننگ دینا بہت ضروری ہے۔ اللہ کا واضح فرمان (سورہ انفال 20) میں موجود ہے۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود مدینہ سے باہر کھلے میدان میں تیر اندازی کی مشقیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کروایا کرتے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالآخر فریقین سے فرمایا: ارموا وانا معكم كلكم: تیر چلاؤ میں تم سب کے ساتھ ہوں۔ [1]

فی زمانہ اس رمایہ کی جدید ترقی یافتہ شکلیں، بندوق کے فائر، ٹینکوں اور توپوں سے فائر، ہوائی وفضائی حملے، بحری حملے، جو بھی جدید ترین زمانے کی ضرورت وایجاد ہو، اسے زیر استعمال

[1] حدیث نمبر: 3507

اگر آپ چاہتے ہیں کہ



- آپ توحید کی کرنوں سے فیض یاب ہوں۔
- آپ سنت مطہرہ کے نور سے منور ہوں۔
- آپ آل رسول ﷺ کی تعلیمات سے بہرہ مند ہوں۔
- آپ اصحاب رسول ﷺ کی زندگیوں سے آشنا ہوں۔
- آپ اہل علم کی تحریری کاوشوں سے شناسا ہوں۔
- آپ زندگی کا رُخ بدلنے والے واقعات تک رسائی حاصل کریں۔
- آپ ذہنی فرقہ واریت کے زہر سے محفوظ رہیں۔
- آپ علم، فکر، فہم اور عمل کی جستجو کریں۔
- آپ اپنے مذہبی و تہذیبی اقدار سے وابستہ ہوں۔
- آپ معاشرتی اصلاح کے لیے کردار ادا کریں۔

تو پھر دینی و اصلاحی کتب کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط کرلیں اور ان کتب کو آپ تک پہنچانے کے لیے العاصم اسلامک بکس کی خدمات حاضر ہیں۔ فون کیجیے اور کتب حاصل کیجیے۔

0321-4862936, 0321-2000942

بات سے بات